ٹارزن
اور
درندے

ٹارزن اور درندے

تیسرا حصّہ

ایڈگر رائس بروز

مظہر انصاری دہلوی

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

بار پنجم	۱۹۹۳
تعداد	۲۰۰۰
قیمت	۱۶روپے

ٹارزن افریقہ میں

ٹارزن کی ایک زندگی وہ تھی کہ جنگلوں میں وحشی جانور کی طرح دہاڑیں مارتا پھرتا اور جو حیوان نظر آتا اُسے اپنے نکیلے دانتوں اور خوفناک پنجوں سے پھاڑ کھاتا مگر ایک زندگی یہ تھی کہ اب لندن میں انسانوں کی طرح رہ رہا تھا۔

اس نے بہت جلد انسانوں کی بولی اور اُن کا رہن سہن سیکھ لیا تھا۔ پھر اُس کی شادی ایک انگریز لڑکی سے ہوگئی تھی جس کا نام جین تھا۔ ایک سال

بعد اس کے ہاں ایک گوراچِٹّا گول مٹول سا پیارا بچّہ ہوا جس کا نام اس نے جیک رکھا۔

اس کے بعد ٹارزن نے بڑی تیزی سے ترقّی کی تھی۔ لوگ اُس کی خوبیوں کی وجہ سے اُس کی بڑی عزّت کرنے لگے تھے اور وہ انگلستان کی پارلیمنٹ کا ممبر بھی بن گیا تھا۔

غرض ٹارزن کی زندگی بڑے چَین آرام سے گزر رہی تھی۔ کبھی کبھی اُسے اپنی جنگل کی زندگی یاد ضرور آتی اور اس کے منہ سے ایک ہلکی سی آہ نکل جاتی مگر پھر بھی وہ لندن میں مگن تھا۔

اس اطمینان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ٹارزن نے اپنے جانی دُشمن روکُوف کو بھی قید میں ڈلوادیا تھا۔ مگر روکُوف بڑا عیّار انسان تھا۔ پھر اس کے پاس دولت بھی تھی۔ اس نے جیلر کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملالیا اور جیل سے بھاگ نکلا۔ ٹارزن کے پرانے دوست ڈارنوٹ نے اُسے خط لکھا کہ روکُوف جیل سے باہر آگیا ہے۔ اب تم چوکس رہنا۔ وہ وار کیے بغیر

نہ رہے گا۔ بد قسمتی سے یہ خط ٹارزن کو دیر سے ملا۔ اگر پہلے مل گیا ہوتا تو اس نے اپنی اور اپنے بیوی بچّوں کی حفاظت کا انتظام کر لیا ہوتا۔

روکُوف کو موقع مل گیا اور وہ ٹارزن کے بچّے جیک کو اُٹھا کر لے گیا۔ ٹارزن اور جین کے دل پر بجلی سی گر پڑی۔ کئی گھنٹے تک دونوں کو سکتہ سا رہا اور اُن کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کریں۔ ظالم روکُوف نے اس بے دردی سے اُن کا کلیجا نوچا تھا کہ ٹارزن اور جین ادھ موئے سے ہو گئے تھے۔

پھر روکُوف نے ٹارزن کو فون کیا۔ کہنے لگا۔ ”اگر تم اپنے بچّے کو واپس لینا چاہتے ہو تو آج رات میرے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ جاؤ۔ بات چیت سے معاملہ طے ہو جائے گا۔“

اس نے ٹارزن کو لندن کی ایک گودی کا پتا بتایا اور کہا پولیس کو ساتھ نہ لانا ورنہ بات بگڑ جائے گی۔ ہاں اگر تم اکیلے آئے تو میرا جو آدمی وہاں ہو گا وہ تُم سے بات چیت کر لے گا۔

ٹارزن سمجھ تو گیا کہ یہ مُجھے پھانسنے کی چال ہے مگر اولاد کی محبّت بُری بلا ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچّے کو ظالم روکُوف کے پنجے سے چھڑانے کے لیے گودی کی طرف ہو لیا۔

اس کی بیوی جین نے جب اُسے جاتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ میرا شوہر دُشمن کے جھانسے میں آ گیا ہے۔ اُس نے ٹھان لی کہ پیارے شوہر کی جان بچائے گی، چاہے اُسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں۔ وہ ٹارزن کو بتائے بغیر اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ ٹارزن خود بھی بچّہ نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں موت کے منہ میں جا رہا ہوں۔ مگر وہ کسی خطرے کو خاطر میں لانے والا نہیں تھا۔ اُسے اپنے بیٹے جیک سے اتنی محبّت تھی کہ اُس کی جان بچانے کے لیے ساری دُنیا کا چکّر کاٹنے کو کہا جاتا تو وہ بھی ہنسی خوشی کاٹ لیتا۔

جب وہ رات کے اندھیرے میں گودی میں پہنچا تو وہاں اُسے ایک آدمی ملا جس نے بتایا کہ مجھے روکُوف نے بھیجا ہے اور اُس نے کہا ہے کہ ٹارزن

سے کہو، اِس جہاز پر آ جائے۔

اُس نے جس جہاز کی طرف اشارہ کیا وہ کنارے سے لگا کھڑا تھا۔ ٹارزن اُس کے ساتھ ہو لیا اور جہاز پر چڑھ گیا۔ اس آدمی نے ایک کیبن کے کواڑ کھول کر کہا۔ "اندر چلے جاؤ۔"

جُوں ہی ٹارزن نے کیبن کے اندر قدم رکھا اُس کے کواڑ کھڑاک سے بند ہو گئے اور باہر کی طرف کھٹ سے تالا پڑ گیا۔ ٹارزن پلٹ کر دروازے کی طرف جھپٹا اور اُس نے کواڑوں کو جھنجھوڑا مگر وہ بہت مضبوط تھے۔ ہِل کے بھی نہ دیے۔

ٹارزن قید ہو گیا۔

عین اس وقت جب ٹارزن کو کیبن میں بند کیا جا رہا تھا۔ جین گودی میں پہنچی۔ روکُوف نے اُسے دیکھا تو خوشی کے مارے ناچ اُٹھا۔ اُس نے ایک تیر سے دو شکار مار لیے تھے۔

جین غصّے میں بھری ہوئی اس طرف بڑھی جدھر رو کُوف کا آدمی ٹارزن کو لے گیا تھا۔ وہ تاڑ گئی تھی کہ اس کے شوہر کو کسی مصیبت میں پھنسایا جا رہا ہے۔

رو کُوف نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ اسے بھی پکڑ لو۔ انہوں نے دوڑ کر جین کو پکڑ لیا۔ رو کُوف نے اسے ایک اور کیبن میں قید کروا دیا۔ جب ٹارزن سے کیبن کے کواڑ توڑے نہ ٹوٹے تو وہ فرش پر بیٹھ گیا اور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر سوچنے لگا کہ میری عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا تھا۔ مجُھے جہاز پر نہیں چڑھنا چاہیے تھا۔ کنارے پر رہ کر بات چیت کرنی تھی۔۔۔ اُس پاجی رو کُوف نے مجُھے بات چیت کے بہانے بُلا کر قید کر لیا ہے۔

اس نے غصّے میں آ کر بڑے زور زور سے دانت پیسے اور گھونسے بھی لہرائے۔ مگر وہاں تھا کون جسے مارتا؟ تھک تھکا کر بیٹھ رہا۔

کھانے کے وقت ایک لم ڈِھینگ سا بد شکل ملازم آ کر کھانا دے گیا۔ ٹارزن نے اُس سے پوچھ تاچھ کی، مگر اُس نے کچھ بتا کر نہ دیا۔ اس کے بعد

جہاز وہاں سے روانہ ہو گیا اور بہت دِن تک سمندر میں سفر کرتا رہا۔

ٹارزن بڑی دُبدا میں تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ رو کُوف کیا کرنا چاہتا ہے۔ دِن پر دِن گزرتے گئے۔ ٹارزن کو جان بچانے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ پھر کیبن میں اتنی زیادہ گرمی ہونے لگی کہ برداشت نہ ہوتی۔ ٹارزن سمجھ گیا کہ اب جہاز کسی گرم خطّے میں پہنچ گیا ہے۔

ایک دِن آدمیوں کی بھیڑ کی بھیڑ اچانک کیبن کے اندر گھُس آئی۔ انہوں نے ایکا ایکی ٹارزن پر ہَلّا بول کر اُسے پکڑ لیا اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔ پھر اُسے گٹھڑی کی طرح اُٹھا کر باہر لے گئے اور ایک کشتی میں ڈال دیا جو جہاز سے لگی کھڑی تھی۔

اس وقت رو کُوف جہاز پر کھڑا ہنس رہا تھا۔ کشتی کے ملّاحوں نے اُسے کھے کر کنارے سے لگا دیا۔ پھر انہوں نے ٹارزن کو اُٹھا کر کنارے کی ریت پر پھینک دیا اور کاغذ کا ایک پُرزہ اس کے ہاتھ میں تھما کر کشتی لے کر چلتے بنے۔

ٹارزن نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ افریقہ کے ساحل کی تپتی ریت پر پڑا ہے جو بھاڑ کی طرح بھُن رہی ہے۔ وہ حیران پریشان پڑا سوچنے لگا کہ اب کیا ہو گا؟ مگر اُس کی عقل نے کام نہ کیا۔ اُس نے خود سے کہا۔ ''اُف! یہ افریقہ بھی جہنّم کا نمونہ ہے۔۔۔ تنور کی طرح گرم ریت، جو جسم جھلسا کر رکھ دیتی ہے، گھَن دار درختوں سے پٹے ہوئے ڈراؤنے جنگل اور اُن جنگلوں میں رہنے والے خوفناک درندے۔ اب تقدیر نے ایک بار پھر یہیں لا پھینکا ہے۔''

اُسے اپنی بیوی اور بچّہ یاد آئے۔ اُس نے خود سے کہا۔ ''سارا قصور تمہارا ہے۔ تم نے غفلت کی۔ اپنا اور اُن کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا۔''

میں ٹارزن ہوں

ٹارزن اپنے خیالوں میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ اُن لال لال حیوانی دِیدوں کی طرف اُس کی نظر نہ گئی جو ڈگر ڈگر کرتے ہوئے اُسے گھور رہے تھے۔ اُن سے نفرت ٹپکی پڑتی تھی اور غصّے سے انگاروں کی طرح لال ہو رہے تھے۔

یہ اُس علاقے کا بادشاہ گوریلا تھا۔ وہ ایک اجنبی کو اپنی سلطنت کے اندر قدم رکھتے دیکھ کر اُسے جان سے مارنے کے لیے آیا تھا۔ اُس کے ساتھ اُس کے بہت سے ساتھی بھی تھے جو اجنبی کے مارے جانے کا تماشا دیکھنے

آئے تھے۔

ٹارزن اس کی آمد سے بے خبر تھا۔ جب گوریلا حملے کے لیے جھپٹا تو وہ آہٹ سُن کر بجلی کی سی تیزی سے مُڑا۔ مگر اِس سے پہلے کہ حرکت میں آئے، بادشاہ گوریلا اپنے لمبے لمبے سفید سفید دانت نکال کر غرّاتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑا۔

اگر یہ جنگ اب سے چند سال پہلے ہوئی ہوتی تو ٹارزن بھی اس پر ٹوٹ پڑا ہوتا اور اُس نے بھی حملے کے جواب میں حملہ کر دیا ہوتا۔ مگر اُس نے تہذیب یافتہ انسانوں میں رہ کر گُر سیکھا تھا کہ دُشمن کو ٹکّر سے نہیں داؤ سے گِرانا چاہیے۔ ٹکّر میں اپنا بھی تھوڑا بہت نُقصان ضرور ہوتا ہے۔ داؤ سے صرف دُشمن کو نقصان پہنچتا ہے۔ جب بادشاہ گوریلے نے اُس پر حملہ کیا تو ٹارزن نے صرف اِتنا کیا کہ اُچھل کر ایک طرف کو ہو گیا، گوریلا اپنے زور میں گُزرا چلا گیا۔ مگر ٹارزن نے اُسے یوں ہی نہیں گُزرنے دیا۔ اُس نے گوریلے کے پیٹ میں کَس کر ایک لات مار دی۔ گوریلا چوٹ کی

تکلیف سے دُہرا ہو گیا اور بِلبِلاتا ہوا ریت پر ِگرا۔ مگر اُس میں غضب کا کَس بل تھا۔ ِگرتے ہی اُٹھنے لگا۔ لیکن ٹارزن کب اُٹھنے دیتا تھا۔ وہ پھِرکی کی طرح گھوما، گِدھ کی طرح ِگرا اور آناً فاناً اُسے دبوچ لیا۔

اب وہ تہذیب اور تمیز سب بھول گیا۔ ایک بار پھر وہ وہی گوریلا بن گیا، جس کی خصلت ہی دُشمن کو بھنبھوڑنا ہوتی ہے۔ اُس پر حیوانیت چھا گئی۔ اِس وقت وہ وہی گوریلا تھا جسے ایک گوریلی نے پالا تھا۔

اُس نے بادشاہ گوریلے کے بالوں سے بھرے ہوئے گلے میں اپنے سفید دانت گڑو دیے۔

بادشاہ گوریلا، جو ٹارزن کی زنّاٹے دار لات کھا کر گِرنے کی وجہ سے بُری طرح ہانپ رہا تھا، اپنے پنجے ٹارزن کی کھال میں گاڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر ٹارزن اُس کی کب چلنے دیتا۔ اُس نے دُشمن کے پنجوں کو اپنے مضبوط پنجوں میں جکڑ لیا اور اتنے زور سے لاتیں مارنے لگا جیسے اُس پر بجلی سے چلنے والے ہتھوڑے برس رہا ہو۔

بادشاہ گوریلا غرّا تو رہا تھا مگر اُس کے ہوش رُخصت ہو چکے تھے اور سارے مُنہ پر جھاگ ہی جھاگ پھیلی ہوئی تھی۔

اُس کے ساتھی گوریلے گھیرا بنائے کھڑے اِس مزے دار لڑائی کا تماشا

دیکھ رہے تھے۔

ابھی تک وہ اُسی ہوا میں تھے کہ ان کا بادشاہ اجنبی کو مار لے گا۔ مگر جب انہوں نے یہ دیکھا کہ سفید گوریلے نے اُن کے بادشاہ کی چڈّھی گانٹھ رکھی ہے اور اُس کی موٹی گردن کو دبا رہا ہے تو بڑے چکرائے۔

اُدھر اُن کے بادشاہ کا یہ حال تھا کہ وہ ٹارزن کے شکنجے میں بے بس پڑا تھا اور ہاتھ پاؤں مارنے اور تکلیف سے چیخنے کے سوا اور کُچھ نہ کر سکتا تھا۔ ٹارزن کے زبردست دباؤ سے گوریلے کی موٹی گردن کے پٹھّے چرچرانے لگے اور وہ دہاڑنے لگا۔ اُسے سچ مچ سخت تکلیف ہو رہی تھی پھر۔۔۔ کڑڑ کڑڑ کی آواز ہوئی، جیسے کسی درخت کا کوئی مضبوط تنا تیزی سے ٹوٹ رہا ہو۔

اگلے لمحے بادشاہ گوریلے کا سر گردن سے ٹوٹ جانے کی وجہ سے اُس کے چوڑے چکلے سینے پر آن لٹکا۔ اب اس کا چیخنا اور دہاڑنا بند ہو چکا تھا۔

گوریلوں کو اِس بات پر حیرانی تھی کہ اُن کا بادشاہ اُٹھ کر اِس اجنبی کو مار کیوں نہیں ڈالتا، جو اِس طرح اکڑ تکڑ دکھا رہا ہے، جیسے سارے جنگل کے

گوریلوں کا بادشاہ یہی ہے۔

اُدھر ٹارزن نے اپنا ایک پاؤں مُردہ گوریلے کی گردن پر رکھا اور اپنے سر کو پیچھے کی طرف جھٹکا دے کر اُس حیوان کی طرح دہاڑ ماری، جس نے دُشمن کو مار ڈالا ہو۔

اب بادشاہ گوریلے کے ساتھی سمجھ گئے کہ اجنبی نے اُن کے بادشاہ کو مار ڈالا ہے۔

ٹارزن کی دہاڑ سے سارا جنگل گُونج اُٹھا۔ اُس نے اپنے سامنے کھڑے ہوئے گوریلوں کو ایسی نظر سے گھورا جیسے کہتا ہے، تم میں سے کسی میں مُجھ سے لڑنے کی ہمّت ہو تو آ جائے۔

اسے یہ بات معلوم تھی اُن میں سے جو گوریلا اپنے قبیلے کا بادشاہ بننے کی تمنّا رکھتا ہو گا وہ اُس پر ضرور حملہ کرے گا۔

خود ٹارزن بھی بادشاہ بن سکتا تھا کیونکہ جب کوئی گوریلا، بادشاہ گوریلے کو

مار دے اُسے بادشاہ مان لیا جاتا ہے لیکن اُسے بادشاہ بننے کی خواہش نہ تھی۔

ایک گوریلا ٹارزن کی طرف اِس طرح بڑھ رہا تھا جیسے اُس سے لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اُس کے ہونٹ اُوپر چڑھے ہوئے تھے۔۔۔۔ سفید سفید دانت باہر نکلے ہوئے تھے اور گلے میں سے دھیمی دھیمی غرّاہٹ کی آواز نکل رہی تھی۔ اُس نے ٹارزن کے قریب پہنچ کر اُس کے گرد چکّر کاٹا۔ حملہ کرتے وقت ہر گوریلا ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

ٹارزن نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑے مضبوط باڑ کاٹھ کا حیوان ہے۔ سات فٹ اُونچا اور بڑا بھاری بھرکم۔ اُس کے ہاتھ زمین تک پہنچ رہے تھے اور دانت بھی عام گوریلوں سے زیادہ لمبے اور نکیلے تھے۔

ٹارزن نے سوچا، اِس قبیلے کے گوریلوں کے بارے میں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ میرے قبیلے کی زبان سمجھتے ہیں۔ اُس نے اپنے قبیلے کی زبان میں اس سے کہا۔ ”تُو کون ہے جو گوریلوں کے ٹارزن سے لڑنے کے لیے آ

گیا ہے۔ جانتا نہیں میں کون ہوں۔"

گوریلا پہلے تو حیران ہو کر ٹارزن کا مُنہ تکنے لگا۔ پھر اُس نے تن کر اپنی زبان میں کہا۔ "میں آکُوٹ ہوں۔ مولک مر چُکا ہے۔ اب میں قبیلے کا بادشاہ ہوں۔ تو یہاں سے چلا جا، ورنہ میں تُجھے مار ڈالوں گا۔"

ٹارزن نے اُس سے کہا۔ "تو دیکھ چُکا ہے کہ میں نے مولک کو کتنی آسانی سے مار ڈالا۔ اگر میں بادشاہ بننے کا ارادہ رکھتا تُو تُجھے بھی اِتنی ہی آسانی سے مار ڈالتا۔ مگر میرے دل میں بادشاہ بننے کی تمنّا نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اِس ملک میں رہوں تو کوئی مُجھ سے لڑے بِھڑے نہیں۔ بول، اگر تُو میرا دوست بن جائے تو میں ضرورت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ اِسی طرح تُجھے بھی میری مدد کرنی ہو گی۔"

گوریلا کہنے لگا۔ "تُو مُجھ کو نہیں مار سکتا۔ مُجھ سے زیادہ طاقتور گوریلا اور کوئی نہیں ہے۔ تُو نے مولک کو مار لیا۔ مگر وہ کمزور ہو چُکا تھا۔ اگر تُو اُسے نہ مارتا تو میں مارتا۔ کیونکہ میں بادشاہ بننے کی تیّاری کر تا رہا ہوں۔" گوریلا باتیں

کرتے میں چوکس نہیں رہا تھا اِس لیے ٹارزن نے پلک جھپکتے میں اُس کی کلائی دبوچ لی اور اِس سے پہلے کہ گوریلا لپٹے چمٹے، اُسے اُٹھا کر زمین پر دے مارا اور اُچھل کر اُس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔

اب آکُوٹ بھی اُسی طرح اس کے شکنجے میں بے بس تھا جس طرح مولک بے بس ہو گیا تھا۔ ٹارزن نے اُس کی بھی اِسی طرح گردن دبانی شروع کر دی جس طرح مولک کی دبائی تھی۔

مگر پھر اُسے یہ بات سوجھی کہ اگر میں اِس طاقتور گوریلے کو ہلاک نہ کروں تو شاید یہ میرے کام کا ثابت ہو۔ اِس لیے مارنے کی بجائے اِسے راستے پر لانا چاہیے۔

"کا گوڈا؟" اُس نے آکُوٹ کے کان میں کہا۔

آکُوٹ کو یاد آ گیا کہ کِس طرح اِس اجنبی نے اِسی داؤ سے مولک کی گردن توڑ دی تھی مگر بادشاہ بننے کی خواہش بھی اُس کے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ اُس نے ہار ماننے کی جگہ اور زور لگانا شروع کر دیا۔

ٹارزن نے اُس کی یہ نیّت دیکھی تو کھیسیں نکالیں اور اُس کی ریڑھ کی ہڈّی پر اور زیادہ دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔

آ کُوٹ کی کمر ٹوٹنے لگی۔ اب تو وہ بڑا گھبرایا اور جلد ہی اُس نے چیں بول دی۔ کہنے لگا۔ ”کا گوڈا۔ کا گوڈا۔“ (میں ہار گیا۔ میں ہار گیا۔)

ٹارزن نے جکڑ تھوڑی سی ڈھیلی کر دی اور کہا۔ ”میں تمہارے قبیلے کا بادشاہ نہیں بننا چاہتا بادشاہ تُم ہی بنو گے۔ مگر آج سے میں اور تُم دوست ہیں۔ کوئی تُم سے لڑے گا تو میں تمہاری مدد کو آؤں گا اور اگر مُجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی تو تمہیں میری مدد کرنی ہو گی۔“

وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ آ کُوٹ بھی تھکا تھکا سا اُٹھا اور بھاری قدموں سے چل کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ ٹارزن نے اُس سے جو کُچھ کہا تھا وہ اُن سب نے سُن لیا تھا۔ آ کُوٹ نے اُن میں سے ہر ایک کی طرف باری باری اِس طرح دیکھا گویا پوچھتا ہے: میری بادشاہی منظور ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو جس کا جی چاہے وہ لڑ لے۔

مگر اُن میں سے کسی کو ہمّت نہ ہوئی کہ اُس کے مُقابلے پر آتا۔ وہ سب گھنے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

ٹارزن، مولک اور آکُوٹ سے لڑنے میں زخمی ہو گیا تھا۔ وہ اپنے زخموں کو دھونے کے لیے سمندر کی طرف چلا۔ راستے میں کاغذ کا وہی پرزہ پڑا مِلا جو کشتی کے ملّاح نے اُس کے ہاتھ میں تھمایا تھا۔ ٹارزن نے اُسے اُٹھا لیا اور اُس کی سلوٹیں نکالنے کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ لِکھا تھا:

"ٹارزن! تم نسل کے گوریلے ہو۔ اب افریقہ کے اِن جنگلوں میں گوریلے ہی کی موت مرو گے مگر تمہارے بیٹے کا انجام تُم سے بھی بُرا ہو گا۔ میں اُسے آدم خوروں کے حوالے کر دوں گا کہ وہ اُسے کھائیں نہیں بلکہ اپنے بچّے کی طرح پالیں۔ وہ بڑا ہو کر آدم خور بن جائے گا اور انسانوں کا گوشت کھایا کرے گا۔ دیکھا، میں نے تُم سے کیسا بدلہ لیا۔ رہی تمہاری بیوی، سو یہ معلوم کر کے تمہارا کلیجا پھٹ جائے گا کہ میں اُسے بھی نہ چھوڑوں گا۔ اُس کے ساتھ جو کچھ کروں گا وہ تُم خود ہی سمجھ لو۔"

ایک لمحے کے لیے ٹارزن کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ خط کے الفاظ اُس کے دل میں نکیلے خنجروں کی طرح چُبھنے لگے۔ اُف، اس کا پیارا بیٹا، جیک، آدم خور بنے گا۔ اُسے ایسا معلوم ہونے لگا جیسے اُس کی جان تن سے نکلی جارہی ہے۔ مگر پھر یہ حالت غصّے میں بدل گئی۔ اُس نے غرّا کر خود سے کہا۔ ''میں اپنے بچّے کا کھوج لگاؤں گا۔'' اس کے طاقتور جسم کی نسیں تن گئیں اور آنکھیں چمکنے لگیں۔ اب اُسے یہ کام کرنا تھا۔ اور ہر قیمت پر کرنا تھا۔

درِندوں سے دوستی

ٹارزن نے سوچا کہ اب مُجھے جنگل میں رہنا سہنا ہے جہاں قدم قدم پر شیروں، چیتوں اور گوریلوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوئے تو درِندے مُجھے پھاڑ کھائیں گے۔

یہ سوچ کر اُس نے ایک جگہ ایک چٹان کی کِگر توڑ کر اُس سے پتھّر کا چاقو بنایا پھر ایک کمان بنائی، بہت سے تِیر اکٹھے کیے اور ایک درخت کی ایک موٹی سی شاخ کو چھیل چھال کر ایک مضبوط ڈنڈا بھی بنا لیا۔ یہ سب سامان اُس

نے ندی کے قریب ایک درخت میں چھپا دیا اور یہیں ایک چبوترا بھی بنالیا جس پر پام کے پتّوں کی چھت ڈال دی۔

جب اُس نے یہ کام پورا کیا تو اُس وقت شام ہو چکی تھی۔ اُسے بڑے زوروں کی بھوک لگ آئی۔ وہ جنگل کے اندر زیادہ دُور تک نہیں گیا تھا مگر پھر بھی اُس نے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ اِس درخت سے کچھ دُور ندی کے چڑھاؤ کی طرف ایک جوہڑ ہے جس پر ہر قسم کے جانور پانی پینے آتے ہیں۔ وہ دبے پاؤں اُس کی طرف چلا۔

جوہڑ کو جو راستہ جاتا تھا اُس پر ایک بہت بڑا درخت تھا، جس کی شاخیں زمین تک جھُکی ہوئی تھیں۔ ٹارزن اُن شاخوں پر چڑھ کر دُبک کر بیٹھ گیا اور شکار کی آہٹ لینے لگا۔

اسے درخت پر بیٹھے چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ ایک ہرن نمودار ہوا۔ وہ پانی پینے کے لیے جوہڑ کی طرف جا رہا تھا۔ مگر اُس کے پیچھے پیچھے دبے پاؤں کوئی اور بھی آ رہا تھا جس کی ہرن کو خبر نہ تھی۔ ٹارزن نے آنے

والے کو حرکت کرتے دیکھ لیا کیوں کی وہ اُسے اُوپر کی طرف سے دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ نہ جان سکا کہ وہ کون ہے مگر اُس نے اندازہ کر لیا کہ شیر ہو گا یا پھر چیتا۔

اب اگر وہ پھُرتی سے جوہڑ کی طرف نہ بڑھتا تو اُس کا شکار ہاتھ سے جاتا رہتا، اِس لیے وہ فوراً حرکت میں آ گیا۔

اُدھر شاید ہرن نے پیچھا کرنے والے کے پاؤں کی آہٹ سُن لی تھی کیونکہ وہ اچانک چونکا، پھر رُکا اور اُس کے بعد ایک کُدکڑا مار کر ندی کی طرف بھاگا۔ اُس کا ارادہ شاید یہ تھا کہ اتھلے پانی کو پار کر کے پرلے کنارے پر پہنچ جائے، مگر راستے میں ایک شاخ پر ٹارزن جما ہوا تھا، شکار اُسی کی طرف آیا۔ اب ٹارزن کو وہ جانور صاف دکھائی دے رہا تھا جو ہرن کا پیچھا کر رہا تھا، وہ شیر تھا اور اِس وقت ہرن سے صرف سو گز کے فاصلے پر تھا۔

جُوں ہی ہرن ٹارزن کے تلے سے گُزرنے لگا، اُس نے درخت پر سے چھلانگ ماری اور ہرن کی پیٹھ پر جا گرا۔ ہرن بے چارہ گھبرا گیا، مگر سوال

اُس کے گھبرانے کا نہیں تھا۔ ٹارزن کو ڈر اِس بات کا تھا کہ کوئی دم جاتا ہے شیر میری پیٹھ پر ہو گا۔ اِس لیے اگر کچھ کرنا ہے تو فوراً کر گزرنا چاہیے۔ ورنہ ہرن تو رہا الگ، اپنی جان بھی جائے گی۔

ہرن ٹارزن کے ریلے سے گھٹنوں کے بل زمین پر ِگر پڑا تھا۔ ٹارزن نے لپک کر اُس کے دونوں سینگ اپنے ہاتھوں میں پکڑے اور پھر اُس نے ایک ہی جھٹکے میں اُس کی ریڑھ کی ہڈّی توڑ ڈالی۔ ہرن اُسی دم مر گیا۔ اُدھر شیر دہاڑتا ہوا ٹارزن کے سر پر آ پہنچا۔ ٹارزن نے جلدی سے ہرن کو کندھے پر ڈالا اور اُس کی اگلی ٹانگ دانتوں میں دبا کر اُس شاخ کی طرف چھلانگ ماری جو سب سے قریب تھی۔ عین اُس لمحے جب شیر اُس پر پڑنے کے لیے اُچھلا، ٹارزن نے شاخ کو جا لیا۔ یُوں وہ خود بھی شیر کے پنجے سے بچ گیا اور اپنے شکار کو بھی بچا لیا۔

شیر اسے پکڑنے میں ناکام ہو کر دھپ سے زمین پر ِگرا اور اُس کی ڈگر ڈگر کرتی ہوئی پیلی پیلی آنکھیں ٹارزن کو غصّے سے گھورنے لگیں۔ اُس کے

جواب میں ٹارزن نے اپنے شکار کو ایک ایسی جگہ کھینچ لیا جو اور بھی اُونچی
تھی اور شیر کو چڑانے کے لیے اُسے ہرن کی لاش ہلا ہلا کر دِکھاتا رہا۔

پھر اس نے پتھّر کے چاقو سے ہرن کے پُٹھ سے ایک قتلہ کاٹا اور اپنا پیٹ
بھرا۔ نیچے شیر بھُوک کے مارے بیتاب ہو کر درخت کے چکّر کاٹتا رہا۔
ٹارزن نے گوشت کھا چُکنے کے بعد باقی حصّہ ایک دوشاخے میں لٹکا دیا اور
درخت کی پھُننگ پر چڑھ کر اگلی صُبح تک چین سے سویا۔

اگلے چند روز ٹارزن نے ہتھیاروں کی نوک پلک درست کرنے میں
گُزارے۔ ہرن کی تانت سے کمان بنائی، جنگلی گھاس سے ایک لمبی سی
مضبوط رسّی بٹی، چاقو کے لیے میان اور دستہ بنایا اور اُسی کی کھال سے ایک
لنگوٹ اور کمر کی پیٹی بھی بنالی۔

اِن کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے اِس علاقے کو دیکھنا بھالنا
شروع کیا جس میں زندگی گُزارنی تھی۔

ایک دِن وہ ساحل کے ساتھ چلتا ہوا جنگل میں سے گُزر رہا تھا کہ چیتے کی بُو

آئی۔ وہ فوراً چوکنّا ہو گیا اور دبے پاؤں چلنے لگا۔ جب وہ ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں سے صاف نظر آسکتا تھا تو دیکھا کہ چیتا بھی کسی کی تاک میں ہے۔ اگلے لمحے اُس کے نتھنوں میں گوریلوں کی تیز بُو آئی۔

چیتا ایک درخت میں دُبکا ہوا تھا، جس سے نیچے ایک کھُلی جگہ میں آکُوٹ کا قبیلہ نظر آرہا تھا۔ بعض گوریلے درختوں سے پیٹھ لگائے اُونگھ رہے تھے، بعض اِدھر اُدھر مٹر گشت کر رہے تھے اور چھالوں کے کھپروں کے نیچے سے تتلیوں وغیرہ کے لاروے اور بھونرے نکال نکال کر کھا رہے تھے۔

آکُوٹ چیتے کے سب سے زیادہ قریب تھا۔

چیتا درخت کے ایک موٹے تنے پر دُبکا بیٹھا تھا اور اِس انتظار میں تھا کہ گوریلا اور پاس آجائے تو اُس پر جھپٹے۔

ٹارزن بھی اُسی درخت میں، چیتے سے ذرا اُوپر دُبک کر بیٹھ گیا۔ اُس نے چاقو نکال لیا تھا۔۔۔ وہ رسّی کا پھندا پھینکنا پسند کرتا مگر چیتا پتّوں کی وجہ

سے نظر سے او جھل تھا اس لیے رسّی پھینکنا مُمکن نہ تھا۔

آ کُوٹ پھر تا پھر اتا اُسی درخت کے عین نیچے آ گیا جس پر چیتا دُبکا بیٹھا تھا۔ چیتے نے آہستہ سے اپنا جسم آگے بڑھایا اور پھر ایک ہولناک چیخ مار کر خُود کو گوریلے پر ِگرا دیا۔ مگر اُس کے ساتھ ہی ایک اور شکاری بھی درخت سے کودا، اور وہ بھی چیتے کی طرح چیخا۔

آ کُوٹ نے بھونچکا ہو کر اُوپر کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ چیتا عین اُس کے سر کے اُوپر ہے، مگر اس پر وہی سفید گوریلا سوار ہے جس سے اُس کی لڑائی ہوئی تھی۔

ٹارزن نے چیتے کی گردن میں دانت گاڑ رکھے تھے اور دائیں بازو سے اُس کے گلے کو کَس رہا تھا مگر دیکھنے کے قابل کام تو وہ تھا جو اُس کا اُلٹا ہاتھ کر رہا تھا۔ اس میں ایک لمبوترا سا پتھّر کا ٹکڑا تھا جس سے وہ چیتے کے بائیں کندھے کے پیچھے پُوری طاقت سے وار کر رہا تھا۔ آ کُوٹ پھُرتی سے چھلانگ مار کر ایک طرف کو ہٹ گیا تا کہ اِن دونوں کے تلے نہ آئے۔

وہ لڑتے ہوئے، آ کُوٹ کے قدموں میں زمین پر ِگرے۔ چیتا بُری طرح چیخ رہا تھا۔ مگر ٹارزن اُس سے بُری طرح چمٹا ہوا تھا اور اِس کے چاقو مارتا چلا جارہا تھا۔

ٹارزن کا پتھّر کا چاقو چیتے کی چمکیلی کھال میں بار بار گھستا اور گہرا اُتر جاتا یہاں تک کہ اُس کا بھاری بھر کم جسم تکلیف کے مارے آگے کو جھک گیا اور پھر وہ ایک چیخ مار کر ٹھنڈا ہو گیا۔

ٹارزن نے اپنے شکار کی لاش پر کھڑے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا اور ایک بار پھر سارا جنگل اُس کی فتح کی دہاڑ سے گُونج اُٹھا۔

آ کُوٹ اور اِس کے ساتھی گوریلے حیران کھڑے چیتے کی لاش کو اور ٹارزن کو گھور رہے تھے جس نے اُسے ہلاک کیا تھا۔

ٹارزن نے اُن سے کہا۔ ”میں گوریلوں کا ٹارزن ہوں۔ زبردست شکاری۔ سمندر کے کنارے پر میں نے آ کُوٹ کی جان بخشی کر دی حالانکہ میں اُس کی جان لے سکتا تھا اور اُس کے قبیلے کا بادشاہ بن سکتا تھا۔ اب میں نے

آ کُوٹ کو چیتے کا شکار ہونے سے بچایا ہے۔ جب کبھی آ کُوٹ یا اُس کا قبیلہ خطرے میں گھِرا ہوا ہو، اُسے چاہیے کہ مُجھے مدد کو پکارے، اِس طرح۔۔۔ اور اُس نے وہ خوفناک نعرہ مارا جس سے کرچاک قبیلے کے گوریلے مُصیبت کے وقت اپنے قبیلے کے گوریلوں کو بُلاتے تھے۔"

پھر وہ کہنے لگا۔ "اور جب کبھی تُم ٹارزن کی پُکار سُنو تو فوراً اُس کی مدد کو آؤ۔ کروگے نا ایسا ہی؟"

آ کُوٹ نے کہا۔ "ہُونہہ" اور اُس کے قبیلے والوں نے بھی حامی بھر لی۔ اِس کے بعد وہ پھر کیڑے مکوڑے کھانے میں لگ گئے۔ اِس طرح جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ٹارزن بھی اُن کے ساتھ گھومنے پھِرنے لگا۔

آ کُوٹ اُس کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ وہ بار بار اُس کی طرف حیرت کی نظروں سے دیکھتا۔ ایک مرتبہ اُس نے ایک بہت ہی نرم کیڑا اُٹھا کر ٹارزن کو کھِلایا۔

ٹارزن اِن گوریلوں میں گھُل مل گیا اور اُس نے اُن کے طور طریقے اپنا

لیے۔

وہ ایک ہفتے تک اپنے نئے ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں پھِرتا رہا۔ اِس طرح ایک تو اُس کی تنہائی دُور ہو گئی دوسرے اِن گوریلوں کے دِلوں پر اُس کا سِکّہ بھی بیٹھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اِن گوریلوں کا قبیلہ ضرورت کے وقت اُس کی مدد کو تیّار ہو جائے تو اِس سے بڑا کام نکلے گا۔

جب اُس نے دیکھا کہ گوریلے اُس کے دوست بن گئے ہیں تو ایک بار پھر علاقے کو دیکھنے بھالنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ایک دِن وہ صُبح ہی صُبح شمال کی طرف چل پڑا اور سارا دِن دریا کے کنارے کنارے چلتے ہوئے تیز چال سے سفر کرتا رہا۔ رات کو ایک درخت پر چڑھ کر سو رہا۔ اگلے دِن صُبح ہی پھِر چل کھڑا ہوا اور سارا دِن چلتا رہا۔

یوں چل پھِر کر اُس نے معلوم کر لیا کہ روکُوف نے اسے ایک غیر آباد جزیرے میں اُتارا ہے۔

دوپہر کے وقت وہ جنگل سے گُزر رہا تھا کہ اُس کے کانوں میں ایسی عجیب

سی آواز پڑی، جس سے کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ کا ہے کی ہے یا کِس کی ہے۔

ٹارزن چوکس ہو کر اُس طرف بڑھا جدھر سے یہ آواز آ رہی تھی۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک بڑا سا چیتا ایک درخت کے تنے تلے دبا پڑا ہے۔ چیتے نے ٹارزن کو دیکھا تو اُس کی طرف مُڑا اور خود کو تنے کے تلے سے نکالنے کے لیے زور لگایا مگر کچھ بھی نہ بنا سکا کیونکہ جس تنے کے نیچے اُس کی پیٹھ دبی ہوئی تھی وہ بہت بھاری تھا۔

ٹارزن بے بس چیتے کے سامنے کھڑے ہو کر تیر کمان میں جوڑنے لگا کہ اُس کی مشکل آسان کر دے۔ اُسے مار ڈالنا اُس کی مُشکل آسان کر دینا ہی تھا، کیونکہ زندہ چھوڑ دینے سے وہ بھُوک سے تڑپ تڑپ کر مر تا۔ مگر پھر اچانک اُسے خیال آیا کہ بے چارے کو کیوں ماروں۔ اگر درخت کو اُس کے اُوپر سے ہٹا دیا جائے تو اِس کی جان بچ جائے گی۔ اُس نے تیر ترکش میں رکھ لیا، کمان کندھے پر لٹکا لی اور قدم بڑھا کر چیتے کے قریب پہنچ گیا۔

چیتے پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ اُس کا دوست ہے وہ ایسی آوازیں نکال

رہا تھا جیسی شیر اور چیتے اُس وقت نکالا کرتے ہیں جب وہ دوستی ظاہر کر رہے ہوں۔

چیتے نے غرّاتا بند کر دیا اور اُس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ درخت کا تنا چیتے پر سے ہٹانے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اُس کے لمبے لمبے خوفناک ناخنوں کے بالکل قریب کھڑا ہو۔ اس میں یہ خطرہ تو تھا کہ چیتا درخت کا تنا اپنے اوپر سے ہٹتے ہی اُس پر حملہ کر دے گا مگر وہ خطرے کی کبھی پرواہ نہ کرتا تھا بلکہ پہل کر کے اس سے بِھڑ جایا کرتا تھا۔

وہ بے دھڑک درخت کی اُلجھی ہوئی شاخوں میں گھُس گیا اور چند قدم چل کر چیتے کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اُس کے منہ سے وہی دوستی ظاہر کرنے والی آوازیں نکل رہی تھیں۔ چیتے نے اپنا مُنہ اُس کی طرف کیا اور اُسے ٹِکٹکی باندھ کر اِس طرح دیکھنے لگا جیسے معلوم کر رہا ہے کہ اُس کے ارادے کیا ہیں۔ اُس کے ناخُن باہر نِکل آئے مگر حملہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ درخت کے تنے کے نیچے سے نکلنے کے لیے۔ ٹارزن نے اپنا چوڑا اور

مضبوط کندھا درخت کے تنے سے لگایا تو اُس کی ننگی ٹانگیں چیتے کی نرم نرم کھال سے بِھڑ گئیں۔ اب اُس نے پوری قوّت سے زور لگایا۔

رفتہ رفتہ درخت کا تنا چیتے پر سے اُٹھنے لگا۔ جونہی وہ اِتنا اُٹھا کہ چیتا اُس کے تلے سے نکل سکے، وہ فوراً رینگ کر نکل آیا۔ ٹارزن نے تنے کو زمین پر گِر جانے دیا اور مُڑ کر چیتے کو دیکھنے لگا۔ وہ بھی ٹارزن کو دیکھ رہا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔

ٹارزن کے ہونٹوں پر ایک کڑوی سی مُسکراہٹ تھی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اُس نے ایک خونخوار جنگلی جانور کی جان بچا کر اپنی جان خطرے میں ڈالی ہے۔

مگر چیتے نے حملہ نہیں کیا۔ وہ درخت کے تنے سے چند قدم دُور کھڑا دیکھتا رہا۔ اُس وقت ٹارزن درخت کی شاخوں کے اُلجھاؤ میں سے باہر نکل رہا تھا۔

شاخوں سے چھٹکارا پانے کے بعد وہ جس جگہ کھڑا ہوا، چیتا وہاں سے صرف

تین قدم کے فاصلے پر تھا، مگر اب وہ ٹارزن پر حملہ نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ ٹارزن اُچک کر درخت کی اُونچی شاخیں پکڑ کر اُن پر چڑھ جاتا تو چیتا اُسے نہ پکڑ سکتا۔ گوریلے جتنی اُونچائی تک چڑھ جاتے ہیں چیتے وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔

ٹارزن چیتے کے اور قریب ہو گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ اُس کا احسان مند ہے یا نہیں۔ اگر ہو گا تو دوستی کا اظہار ضرور کرے گا۔

چیتا اُس کے قریب پہنچنے پر ایک طرف ہٹ گیا۔ ٹارزن اُس کے پاس سے گُزرتا چلا گیا۔ چیتا اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا جیسے کُتّا مالک کے پیچھے پیچھے چلا کرتا ہے۔

دونوں کافی دُور تک اِسی طرح چلے گئے۔ پہلے تو ٹارزن اندازہ نہ کر سکا کہ چیتا اُس کے پیچھے دوست کی طرح چل رہا ہے یا حملے کے لیے موقع ڈھونڈ رہا ہے مگر پھر اُسے یقین ہو گیا کہ وہ ایک دوست کی طرح ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ذرا آگے جا کر ٹارزن کو ہرن کی بُو آئی تو وہ لپک کر ایک درخت پر

چڑھ گیا اور جب ہرن اُس درخت کے نیچے سے گُزرا تو رسّی لٹکا کر پھندا اُس کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر ایسی آواز نکالی جیسے ایک چیتا شکار مار لینے کے بعد دوسرے چیتے کو کھانے کے لیے بُلا رہا ہے۔

چیتا فوراً وہاں آ گیا اور جب اُس نے ہرن کی بُو سُونگھی تو بڑے زور سے چیخا۔ ایک دو لمحے بعد دونوں پاس پاس کھڑے ہرن کا نرم نرم گوشت کھا رہے تھے۔

کئی دِن تک یہ عجیب جوڑا جنگل میں پھِرتا رہا۔ جب ایک شکار مارتا تو دوسرے کو پُکار کر بُلا لیتا اور دونوں ساتھ ساتھ گوشت کھاتے۔

ایک دِن وہ اُس جانور کا گوشت کھا رہے تھے جسے چیتے نے مارا تھا کہ شیر آن نمودار ہوا۔ وہ غصّے میں بھر کر دہاڑا اور اُن دونوں کو شکار کے پاس سے بھگانے کے لیے جھپٹا۔ چیتا چھلانگ مار کر قریب کی ایک جھاڑی میں جا چھپا۔ ٹارزن ایک درخت کی شاخوں میں چھُپ گیا جو زمین تک پہنچ رہی تھیں۔

جب شیر آ کر جانور کے مُردہ جسم پر کھڑا ہوا تو ٹارزن نے رسّی لٹکا کر پھندا اُس کی گردن میں ڈال دیا اور اتنے زور کا جھٹکا دیا کہ پھندا کَس گیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے پُکار کر چیتے کو بُلایا اور شیر کو رسّی میں بندھا بندھا اتنا اُوپر اُٹھالیا کہ صرف اُس کی پچھلی ٹانگوں کے پنجے زمین کو چھُوتے رہے۔

جب چیتا چھلانگ مار کر سامنے آیا تو ٹارزن نے رسّی کو جلدی سے ایک مضبوط شاخ سے باندھ دیا اور خود زمین پر کُود گیا۔

شیر بڑے غصّے میں تھا اور اپنا گلا چھڑانے کے لیے اُچھل رہا تھا۔ مگر اب کیا بن سکتا تھا۔ ٹارزن نے اپنا چاقو نکالا اور اس پر پل پڑا، اور دوسرے رُخ پر چیتے نے اُس کو بھنبھوڑنا شروع کر دیا۔ اِس طرح شیر منٹوں میں مر گیا۔

جنگلی اِنسان

ٹارزن نے جزیرے کے ساحل کا چکّر لگا کر اور اُس کے اندر کے حصّوں میں گھُس کر یہ معلوم کر لیا کہ اس میں اُس کے اپنے سوا اور کوئی انسان نہیں ہے۔

جس روز ٹارزن اور چیتے نے، جس کا نام ٹارزن نے شِیتا رکھ دیا تھا، شیر کو ہلاک کیا اِس کے اگلے دِن اُن کی آ کُوٹ قبیلے سے مُڈ بھیڑ ہو گئی۔ گوریلے چیتے کو دیکھ کر بھاگنے لگے مگر ٹارزن نے انہیں واپس بلا لیا اور یقین دِلایا کہ

شِیتا اُن کو کُچھ نہیں کہے گا۔

گوریلے اور چیتے پیدائشی دُشمن ہوتے ہیں، ٹارزن کو یہ سُوجھی کہ اُن میں دوستی کرانی چاہیے۔

گوریلوں کو یہ بات سمجھانا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ لیکن شِیتا کے دماغ میں یہ بات بٹھانا بڑا کٹھن کام ثابت ہوا کہ اُسے گوریلوں کے ساتھ مل کر شکار کرنا ہے۔

ٹارزن نے یہ ترکیب کی کہ شِیتا کے گلے میں رسّی کا پھندا ڈال دیا اور جب وہ اِس طرح قابو میں آ گیا تو جب کبھی وہ غرّایا اُس پر ڈنڈے برسا کر یہ بات اُس کے دماغ میں بٹھائی کہ اُسے گوریلوں پر حملہ نہیں کرنا ہے۔

بہت دِن تک ٹارزن، شِیتا اور گوریلے شکار کی تلاش میں ساتھ ساتھ گھومتے رہے۔ جب کبھی کوئی شِکار مارتے، سب مل کر کھاتے۔

کبھی کبھی وہ ایک دو گھنٹے یا دِن بھر کے لیے الگ الگ بھی ہو جاتے تا کہ

اپنے اپنے من بھاتے شکار کھائیں۔ ایسے موقع پر ٹارزن ساحِل کی طرف جا نکلتا اور دُھوپ میں ریت پر لیٹ جاتا۔ ایک دِن وہ اسی طرح لیٹا ہوا تھا کہ آدم خور انسانوں کے ایک گروہ کو نظر آگیا جو جزیرے کے ساحل پر پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ سفید چمڑی کے ایک انسان کو اکیلا دیکھ کر آدم خوروں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اُس وقت ہوا ٹارزن کے رُخ سے اُن کی طرف چل رہی تھی، اِس لیے اُسے آدم خوروں کی بُو نہ آئی۔ پھر وہ پہلو کے بل لیٹا تھا اور اُن کی طرف اِس کی پیٹھ تھی۔ اس لیے بھی جب وہ اس کی طرف بڑھنے لگے تو وہ انہیں نہ دیکھ سکا۔

وحشی انسان، دبے پاؤں اور جھکے جھکے چل کر اپنے ڈنڈے ہلاتے ہوئے اُس پر ٹوٹ پڑے۔

ٹارزن آہٹ پاتے ہی اُچھل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ وحشی انسان ڈنڈے اُٹھا کر جنگی نعرے لگاتے ہوئے اُس پر آ گرے۔ مگر ٹارزن کے پاس بھی ڈنڈا تھا۔ جو وحشی انسان سب سے آگے تھا وہ اُس کی ایک ہی ضرب سے زمین

پر ڈھیر ہو گیا۔ ٹارزن اُن کے منجھ میں گھُس گیا اور غصّے میں بھر کر اتنی طاقت سے ڈنڈا چلانا شروع کیا کہ آدم خوروں میں تراہ مچ گئی۔

اُن میں سے جو زندہ بچے انہوں نے خیریت اِسی میں دیکھی کہ وہ میدان سے ہٹ جائیں۔ وہ ٹارزن سے کُچھ فاصلے پر جا کھڑے ہوئے اور آپس میں مشورے کرنے لگے کہ دُشمن پر قابو پانے کے لیے کیا تدبیر کریں۔ اِدھر ٹارزن ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا مُسکرا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وحشی انسان ایک بار پھر اُس کی طرف بڑھے۔ انہوں نے نیم دائرہ سا بنا لیا اور اُسے گھیرے میں لینے کی کوشش کرنے لگے۔ اُن کے پیچھے کی طرف جنگل تھا۔ اس طرح انہوں نے ٹارزن کے لیے بھاگنے کی راہ بند کر دی تھی۔

اب اگر وہ بھاگنا چاہتا تو سمندر ہی میں کُود سکتا تھا۔ وحشی انسان بڑے خوف ناک نعرے لگا رہے تھے اور ناچتے میں اپنے پاؤں زمین پر زور زور سے مار رہے تھے۔ ٹارزن نے جب یہ دیکھا کہ وہ اکیلا اُن کا مقابلہ نہیں کر

سکتا تو اُس نے شِیتا اور گوریلوں کو مدد کے لیے پکارا۔

جنگلی انسان اُس کی وحشیانہ چیخیں سُن کر رُک گئے۔ وہ سٹپٹا گئے تھے۔ ٹارزن کی یہ چیخیں اتنی زبردست تھیں کہ وحشیوں کا خوفناک شوروغُل اُن میں دب کر رہ گیا۔ اُن کے سامنے جو سفید انسان کھڑا تھا۔ اُس کے حلق میں سے حیوان جیسی چیخیں نکل رہی تھیں۔ آدم خور ہکّا بکّا کھڑے ایک دُوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔

مگر یہ حالت تھوڑی دیر تک ہی رہی۔ اِس کے بعد انہوں نے پھُرتی سے اُس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

مگر اچانک جنگل کی طرف سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی درختوں کو توڑتا اور ِگراتا ہوا آرہا ہے۔ وحشی ایک بار پھر رُک گئے اور اُس آواز کی طرف دیکھنے لگے اور پھر جو کُچھ نظر آیا وہ اتنا دہشت ناک تھا کہ اُس سے اُن جیسے خوفناک وحشی آدم خوروں کی رگوں میں بھی خون جمنے لگا۔

ایک دیو جیسا چیتا درختوں کو لانگتا پھلانگتا چلا آرہا تھا۔ اُس کی آنکھیں ڈگر ڈگر کر رہی تھیں اور دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔

صرف یہی ایک بلا نہیں تھی۔ اُس کے پیچھے درجن بھر گوریلے بھی تھے۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی مُڑی ہوئی ٹانگوں سے تیز تیز چلتے ہوئے آرہے تھے اور اُن کے لمبے لمبے خوفناک ہاتھ زمین کو چھُو رہے تھے۔

ٹارزن کی پُکار پر اُس کے حیوان ساتھی اُس کی مدد کو آ پہنچے۔

اِس سے پہلے کہ جنگلی انسان اپنی حیرت پر قابو پا سکتے، اُس خوفناک لشکر نے اُن پر حملہ کر دیا اور اُس کے ساتھ ہی ٹارزن بھی پل پڑا۔

جنگلی انسانوں نے اپنے جنگی ڈنڈے چلائے، جس سے کُچھ گُوریلے زخمی ہو گئے مگر آدم خوروں کا جانی نقصان زیادہ ہوا۔ شِیتا کے لمبے لمبے دانتوں اور ناخنوں نے اُن کو چیرنا پھاڑنا شروع کر دیا تھا اور آکُوٹ بھی اپنے لمبے لمبے مضبوط دانتوں سے اُن کو بھنبھوڑ رہا تھا۔ رہا ٹارزن، وہ تو بجلی کی سی تیزی سے کبھی اِدھر نکل جاتا کبھی اُدھر۔ دُشمن پر اپنے پتھّر کے چاقو کی کاٹ بھی آزماتا پھر رہا تھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اُن پر لشکار رہا تھا۔

وحشی انسان جانیں بچا کر بھاگے اور اِدھر اُدھر چھُپ گئے مگر اُن میں سے

ایک کو ٹارزن نے پہاڑی کی ڈھلان کی خُود رو جھاڑیوں میں غائب ہوتے دیکھ لیا۔

وہ اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر اُس وحشی آدمی کے پیچھے لپکا۔ پہاڑی پر چڑھ کر اُس نے دیکھا کہ وہ چھلانگیں لگا کر اُس کشتی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے جو ساحل پر کھڑی ہے۔

ٹارزن دبے پاؤں اُسے پکڑنے دوڑا۔ کشتی دیکھ کر اُس کے دماغ میں ایک نیا منصوبہ آیا تھا۔۔۔ اُس نے سوچا، یہ وحشی کسی اور جزیرے یا خُشکی سے یہاں پہنچے ہیں تو مُجھے بھی اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں بیٹھ کر وہاں پہنچنا چاہیے۔

جنگلی انسان کو پتا بھی نہ چلا کہ کوئی اُس کا پیچھا کر رہا ہے اور ٹارزن نے اُس کے سر پر پہنچ کر اپنا بھاری ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھ دیا۔ وحشی لگا ہُشت مُشت کرنے۔ مگر ٹارزن کی لمبی لمبی موٹی انگلیوں نے اُس کی کلائیاں کَس کر پکڑ لیں اور اُسے زمین سے اُوپر اُٹھا لیا۔

”تُو کون ہے؟“ ٹارزن نے اُس سے جنگلیوں کی بولی میں پوچھا۔

”داگا مبی قبیلے کا سردار مُوگا مبی۔“ اُس نے جواب دیا۔

ٹارزن بولا۔ ”اگر تُم میری اِس جزیرے سے نکلنے میں مدد کرو تو میں تمھیں زندہ رہنے دوں گا۔“

”میں تمھاری مدد کرنے کو تیّار ہوں۔“ مُوگا مبی نے کہا۔ ”مگر تُم نے میرے اتنے سارے جوان مار ڈالے ہیں۔ اب خبر نہیں کشتی کے چپّو چلانے کے لیے آدمی مل سکیں گے یا نہیں۔ چپّو چلانے والوں کے بغیر سمندر میں سفر نہیں کیا جا سکتا۔“

”میرے ساتھ آؤ۔“ ٹارزن نے اُس سے کہا اور اُس طرف چلا جِدھر سے گوریلوں کے غُرّانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

مُوگا مبی رُک کر کھڑا ہو گیا اور کہا۔ ”وہ تو مُجھے پھاڑ کھائیں گے۔“

”نہیں۔“ ٹارزن نے کہا۔ ”وہ ایسا نہیں کریں گے۔ وہ سب میرے ساتھی

ہیں۔“

ٹارزن اسے گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ جب وہ ساحل کے قریب پہنچے تو مُوگامبی کو دیکھ کر گوریلے غُرّانے لگے۔ مگر ٹارزن اُس کو اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا بے دھڑک اُن کے درمیان جا کھڑا ہوا۔

اس نے جس طرح گوریلوں کو یہ سکھایا تھا کہ شِیتا سے نہ ڈریں اور اُسے اپنا ساتھی بنا لیں۔ اِسی طرح اب یہ بھی سِکھا دیا کہ مُوگامبی کو اپنا ساتھی سمجھیں۔ ہاں، شِیتا کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ جب اُسے مُوگامبی کے ساتھیوں کو چیرنے پھاڑنے دیا گیا تو مُوگامبی کے ساتھ وہی سلوک کیوں نہیں کرنے دیا جارہا۔ مگر اس وقت اُس کا پیٹ ناکوں ناک بھرا ہوا تھا، اِس لیے اُس نے صرف اتنا کیا کہ اُس کے گرد چکّر کاٹتا رہا اور اس پر اپنی خُوں خوار نظریں گاڑے ہوئے ہولے ہولے غرّاتا رہا۔

مُوگامبی کی ڈر کے مارے جان نکلی جارہی تھی۔ وہ ٹارزن سے چمٹا جاتا تھا۔ ٹارزن اُس کی حالت پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر اُس نے آگے بڑھ کر شِیتا کی

گُدّی پکڑی اور اُسے گھسیٹ کر مُوگامبی کے قریب لے گیا اور جب وہ غرّایا تو اس کی ناک پر زور سے ڈنڈا مارا۔ مُوگامبی نے ایک انسان کو ایک خُوں خُوار جنگلی درندے پر ڈنڈا برساتے دیکھا تو اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ٹارزن نے شِیتا کو بہت جلد یہ بات سمجھا دی کہ مُوگامبی کھانے کی چیز نہیں ہے۔ مُوگامبی کو اطمینان ہو گیا اور وہ ٹارزن کے پاس رہنے لگا۔

اب ٹارزن، مُوگامبی، شِیتا اور آکُوٹ، چاروں مل کر ہرن کا شکار کرتے اور مل کر کھاتے۔ ٹارزن، شِیتا اور آکُوٹ کچّا گوشت کھا لیتے۔ مُوگامبی اُسے پکا کر کھاتا۔

اگلے چند دِن تک ٹارزن درختوں کی چھال سے کپڑا بُنتا رہا۔ وہ کشتی کے لیے بادبان تیّار کر رہا تھا کیونکہ گوریلے سکھانے کے باوجود چپّو چلانا نہ سیکھ سکے تھے۔

ہاں، آکُوٹ اوروں سے زیادہ ذہین نکلا تھا۔ وہ چپّو چلانے کے نئے کھیل

میں شروع ہی سے دلچسپی لینے لگا تھا، اِس لیے ٹارزن کے سِکھانے سے چپّو چلانا سیکھ گیا۔

مُوگامبی سے پوچھ تاچھ کے ٹارزن نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ زمین اُس جزیرے سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ داگامبی قبیلے کے جوان اپنی حد سے آگے نکل آئے تھے۔ سمندر میں جوار آ گیا۔ اُس کے ساتھ تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ اُن کی کشتی زمین سے دُور نکل آئی۔ وہ رات بھر اُسے کھیتے رہے۔ سمجھ رہے تھے کہ گھر کے رُخ جا رہے ہیں۔ مگر دِن نکلا تو اِس جزیرے میں تھے۔

مُوگامبی کو اِس میں شک تھا کہ کشتی بادبان سے چل سکے گی۔ اُس نے بادبان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر ٹارزن کو یقین تھا کہ اگر مغربی ہوا چل گئی تو وہ بادبان کی مدد سے زمین تک پہنچ جائے گا۔ اُس کا خیال تھا کہ اس جزیرے میں پڑے رہنے سے تو یہی بہتر ہے کہ سمندر میں نکل کھڑا ہو۔ راستے میں موت آنی ہے تو آ جائے۔ اِس جزیرے کا تو نقشے پر نام ہی نہیں

تھا۔ یہاں کبھی کوئی جہاز بھی نہیں رُکا تھا۔ یہاں سے تو چلنا ہی چاہیے۔
جب تیز ہوا چلنی شروع ہوئی تو ٹارزن اپنے سمندری سفر پر روانہ ہو گیا۔
مُوگامبی آکُوٹ، شِیتا اور درجن بھر گوریلے اُس کے ساتھ تھے۔

وہ آدمی کون تھا؟

ٹارزن، مُوگامبی اور آکُوٹ چپّو چلا رہے تھے۔ ٹارزن کشتی کے اگلے حصّے میں تھا۔ اُس کے قدموں میں شِیتا دُبکا بیٹھا تھا۔ پچھلے حصّے کو مُوگامبی نے سنبھال رکھا تھا۔ اُس کے عین سامنے آکُوٹ بیٹھا تھا اور آکُوٹ اور ٹارزن کے درمیان بارہ گوریلے اُکڑوں بیٹھے آنکھیں جھپکا رہے تھے۔ اُنہیں یہ ڈر ستا رہا تھا کہ ساحل پیچھے چھوٹ گیا ہے اب ہم نہ جانے کہاں جا رہے ہیں۔

جب تک کشتی کھُلے سمندر میں نہ پہنچی اُس وقت تک تو خیریت رہی مگر جب

کھُلے سمندر میں داخل ہوتے ہی بادبان میں ہوا بھری تو کشتی اُچھلنے لگی۔ گوریلے یہ دیکھ کر گھبرا اُٹھے۔ پہلے کسمسائے، پھر بڑبڑائے۔ اس کے بعد بِھن بِھن کرنے لگے۔ آکُوٹ نے اُنہیں بڑی مشکل سے قابو میں رکھا مگر جب سمندر میں طوفان آیا اور اس سے کشتی اُچھلی تو گوریلوں کا دَم فنا ہونے لگا۔ اور جب تیز ہوا کے ایک زور دار تھپیڑے نے اُسے ذرا زور سے اُچھالا تو وہ خوف زدہ ہو کر اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ آکُوٹ اور ٹارزن اُنہیں سمجھاتے رہ گئے، مگر گوریلے اُچھلنے کُودنے لگے جس سے کشتی اُلٹنے کو ہو گئی۔ لیکن کچھ دیر بعد سکون ہو گیا اور گوریلے اطمینان سے بیٹھ گئے۔

دس گھنٹے کے سفر کے بعد ساحل نظر آنے لگا۔ جب کشتی ساحل سے ٹکرائی تو اُلٹ گئی اور مسافر پانی میں گِر کر غوطے کھانے لگے۔ پھر ایک دوسرے کے سہارے کنارے پر پہنچ گئے اور اُن کی کشتی بھی وہیں آ گئی۔ اس وقت رات تھی۔ گوریلے گرمائی کے لیے ایک دوسرے میں گھُس کر بیٹھ گئے۔ مُوگامبی نے اُن کے قریب الاؤ جلا دیا تو وہ اُس سے سینک لینے

لگے۔

ٹارزن اور شِیتا جنگل کی ٹھنڈی رات میں گھومنے پھِرنے کے عادی تھے۔ پھر انہیں بھوک بھی لگ رہی تھی۔ اِس لیے اندھیرے میں ایک طرف نکل گئے۔

ٹارزن کو ایک جگہ بھینسے کی بُو آئی۔ دونوں دبے پاؤں اس بُو پر چلے۔ ایک دریا کے پاس سرکنڈوں کے جھُنڈ میں ایک بھینسا پڑا سو رہا تھا۔ ٹارزن کے اشارے پر شِیتا اُس پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن میں اپنے دانت گڑو دیے۔ بھینسا تکلیف سے بے قرار ہو کر ڈکراتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بڑے غصّے میں تھا مگر ٹارزن نے اُسے غصّہ اُتارنے کا موقع نہیں دیا۔ ایک طرف سے شِیتا اُس پر حملہ کر رہا تھا، دوسری طرف سے ٹارزن اپنا پتھّر کا چاقو لے کر بھینسے پر پِل پڑا۔

اُس نے ایک ہاتھ سے بھینسے کی ایال پکڑ لی تھی۔ اس لیے جب بھینسا دیوانوں کی طرح بھاگا تو ٹارزن اور شِیتا دونوں اُس کے ساتھ گھسٹتے چلے

گئے مگر اِس حالت میں بھی ٹارزن برابر چاقُو مارتا رہا اور شِیتا بھی اُسے بھنبھوڑتا چلا گیا۔

کئی گز تک یہی ہوتا رہا۔ آخر ٹارزن کا ایک وار بھینسے کے دل پر پڑ گیا اور وہ آخری مرتبہ ڈکرا کر سر کے بل زمین پر گر پڑا۔

ٹارزن اور شِیتا نے پہلے خود پیٹ بھر کر گوشت کھایا پھر اپنے ساتھیوں کو بُلا لائے۔ انہوں نے بھی خوب کھایا۔ اس کے بعد اور تو سب پڑ کر سو رہے، ٹارزن اور مُوگامبی دریائے اوگامبی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابھی وہ مُشکل سے سو گز گئے ہوں گے کہ ایک چوڑے پاٹ کی ندی آ گئی۔ مُوگامبی نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی ندی ہے جس سے اُس کی کشتی سمندر میں پہنچی تھی۔

وہ دونوں ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے سمندر تک پہنچ گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک خلیج میں گرتی ہے۔ یہ خلیج ساحل کے اُس مقام سے ایک میل کے فاصلے پر تھی جہاں پچھلی رات اُن کی کشتی رُکی تھی۔ ٹارزن

کو یہ سوچ کر بڑی خوشی ہوئی کہ اُس خلیج کے آس پاس آبادی ضرور ہو گی۔ اِن لوگوں سے وہ روکُوف اور اپنے بچّے کا اتا پتا معلوم کر سکے گا۔ اُسے یقین تھا کہ روکُوف اُسے ٹھکانے لگانے کے بعد اس کے بچّے کو بھی جلد سے جلد اپنے سر سے ٹالنے کی فکر میں ہو گا۔

اِدھر ٹارزن یہ سوچ رہا تھا، اُدھر کُچھ اور ہونے لگا۔ ایک ننگے دھڑنگے وحشی انسان نے گھنی جھاڑی کی آڑ سے ٹارزن اور مُوگامبی کو دیکھ لیا۔ وہ گھبرا کر اُٹھا اور ایک تنگ راستے پر ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتا ہوا بھاگا۔ گھبراہٹ کے مارے اُس کا بُرا حال تھا۔ وہ بھاگتا ہوا ایک گاؤں میں پہنچا۔ وہاں کا سردار کاویری اپنی گول جھونپڑی کے دروازے کے آگے آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔

اُس شخص نے سردار سے کہا۔ "ایک اور سفید آدمی آرہا ہے ایک اور سفید آدمی، اور اُس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی ہیں۔ وہ سب کشتی میں بیٹھ کر آئے ہیں۔ جس طرح وہ سفید آدمی آیا تھا، جو ابھی یہاں سے گیا

ہے۔"

کاویری اُچھل کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک سفید آدمی حال ہی میں وہاں لُوٹ مار کر کے گیا تھا۔ اُسے سفید انسانوں کے نام سے نفرت ہو گئی تھی۔ اگلے لمحے گاؤں میں جنگی نقارے پِٹنے لگے جِن سے جنگل اور پہاڑ گونج اُٹھے۔ قبیلے کے شکاریوں کو جنگلیوں سے اور کاشت کاروں کو کھیتوں سے، جنگ کے لیے بُلایا جا رہا تھا۔

جب قبیلے کے سب جوان اکٹھے ہو گئے تو کاویری انہیں لے کر دُشمن پر حملہ کرنے کے لیے چلا۔ اُن وحشیوں کے چہرے رنگے ہوئے تھے اور سروں پر پرندوں کی کلغیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہاتھوں میں تیر کمان اور نیزے تھے۔

کاویری بڑا اکائیاں آدمی تھا۔ اُس کا اِرادہ یہ تھا کہ سفید آدمی کے گروہ پر اچانک ہلّہ بول دے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو خاموش رہنے کی تلقین کی اور بڑی پھرُتی سے اُس طرف بڑھنا شروع کیا جہاں ٹارزن اور اُس کے

ساتھی ڈیرے ڈالے پڑے تھے۔ ٹارزن اور مُوگامبی کو واپس آئے ابھی
دس پندرہ منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ کاویری اپنے آدمیوں کے ساتھ آ
پہنچا۔ کاویری کے آدمی بہت جوش میں تھے لیکن جب انہوں نے ٹارزن
اور گوریلوں کو دیکھا تو اُن کا پتّا پانی ہو گیا اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔
لیکن آکُوٹ کے گوریلوں نے انہیں اس کا موقع نہیں دیا۔ انہوں نے
اپنے لمبے لمبے بازو پھیلا کر وحشیوں کے نیزے چھین لیے اور پھر ایک ایک
کو اُٹھا اُٹھا کر پانی میں پھینکنا شروع کر دیا۔

کاویری اِس گڑبڑ میں پیچھے رہ گیا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا
کرے۔ اچانک ایک دیو جیسے سفید گوریلے نے اُس کا نیزہ اِس طرح چھین
لیا جیسے بچّے سے سرکنڈا چھینتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے ایک وحشی کا گرا ہوا
نیزہ اُٹھا لیا اور بڑی بہادری سے لڑا مگر اُسے بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ
جس خوفناک حیوان سے مقابلہ آ پڑا ہے وہ اُس کی ایک نہ چلنے دے گا۔
اور پھر اُس حیوان نے اُس کا گلا پکڑ کر اُسے زمین میں دھونس کر دُہرا کر

دیا۔

کاویری کا سر چکرانے لگا اور آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اُسے سانس لینا مشکل ہو گیا۔ اُس نے سانس کھینچنے کے لیے زور لگایا تو سینے میں درد ہونے لگا۔ اُس کے سینے پر جو بلا سوار تھی وہ اُس کا دم نکالے دے رہی تھی۔ آخر وہ بے ہوش ہو گیا۔

جب کاویری نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو یہ معلوم کر کے حیران ہو گیا کہ وہ مرا نہیں ہے۔ وہ بندھا پڑا تھا، اور ایک بڑا سا چیتا اُکڑوں بیٹھا اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کاویری نے خوف سے تھرّا کر آنکھیں بند کر لیں اور اُس لمحے کا انتظار کرنے لگا جب یہ خوں خوار حیوان اُس کی زندگی کا خاتمہ کر دے گا۔ جب کئی لمحے تک تیز ناخن اُس کے تھَر تھَر کانپتے ہوئے جسم کے اندر نہ گھُسے تو اُس نے ہمّت کر کے آنکھیں کھولیں۔ چیتا اُسی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے قریب وہی سفید دیو جھکا کھڑا تھا جس نے اُس سے نیزہ اُچک لیا تھا۔

ٹارزن نے کاویری کو ہوش میں آتے دیکھا تو اس سے کہا۔ ”تمہارے آدمیوں نے بتایاہے کہ تمہارانام کاویری ہے۔ کیایہ درست ہے؟“

کاویری نے جواب دیا۔ ”ہاں۔“

ٹارزن نے اُس سے کہا۔ ”تُم نے مُجھ پر حملہ کیوں کیا؟ میں تو لڑنے کے لیے نہیں آیا تھا۔“

کاویری نے جواب دیا۔ ”اب سے تین مہینے پہلے ایک اور سفید آدمی بھی یہی کہتا ہوا آیا تھا کہ میں لڑنے کے لیے نہیں آیا ہوں مگر جب ہم اُسے کھانا کِھلا چُکے تو اُس نے ہم پر توپوں سے گولے برسانے شروع کر دیے۔ ہمارے بہت سے آدمی مار ڈالے اور چلتے وقت ہماری ساری بکریاں اور بہت سے لڑکے اور عورتیں بھی پکڑ کر لے گیا۔“

ٹارزن نے کہا۔ ”میں اُس سفید انسان جیسا نہیں ہوں۔ اگر تُم نے مُجھ پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو میں نے تمہارا بال تک بیکا نہ کیا ہوتا۔ اُس بُرے سفید آدمی کی شکل کیسی تھی؟ میں بھی ایک ایسے سفید آدمی کا کھوج لگا رہا ہوں

جِس نے مُجھ پر ظُلم کیا ہے۔ شاید یہ آدمی وہی ہو۔"

کاویری نے بتایا کہ "اُس کی شکل بہت بُری تھی۔ اُس کے چہرے پر ایک لمبی سی کالی ڈاڑھی تھی۔ وہ بڑا ہی بد انسان تھا۔ ہاں بڑا ہی بد۔"

ٹارزن نے پوچھا۔ "کیا اُس کے ساتھ کوئی چھوٹا سا سفید بچّہ بھی تھا؟"

"نہیں۔" کاویری نے بتایا۔ "سفید بچّہ اُس آدمی کی پارٹی کے ساتھ نہیں تھا، وہ دوسری پارٹی کے ساتھ تھا۔"

"دوسری پارٹی کون سی؟" ٹارزن نے جلدی سے پوچھا۔ "وہ جس کا بدمعاش سفید آدمی پیچھا کر رہا تھا۔ اُس پارٹی کے ساتھ ایک سفید مرد، ایک سفید عورت، ایک سفید بچّہ اور چھ حبشی مُلازم تھے۔ اور اُس بُرے آدمی سے تین دِن پہلے دریا پر سے گُزرے تھے۔ میرا خیال ہے وہ اُس سے جانیں بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔"

ٹارزن اُس کی یہ باتیں سُن کر اُلجھن میں پڑ گیا۔۔۔ ایک سفید مرد، ایک

سفید عورت اور ایک سفید بچّہ! بچّہ تو میرا جیک ہو گا مگر یہ عورت کون ہو سکتی ہے؟ اور سفید آدمی کون تھا؟ کیا رو کُوف کا کوئی ساتھی کسی عورت سے ساز باز کر کے میرے بچّے کو چُرا لایا ہے؟ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو اُن دونوں کا ارادہ یقیناً یہی ہو گا کہ بچّے کو مہذّب دُنیا میں واپس لے جائیں اور اپنے کارنامے پر انعام طلب کریں۔ مگر اب رو کُوف اُن کا پیچھا کرتا ہوا دریا کے چڑھاؤ کی طرف کافی اندر تک گھُس گیا ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہیے کہ آخر کار وہ انہیں پکڑ ہی لے گا۔ لیکن یہ صورت اُسی وقت ہو سکتی ہے جب او گامبی کے آدم خور اُنہیں پکڑ کر نہ کھا گئے ہوں۔ رو کُوف کے بارے میں مُجھے یقین ہے کہ وہ میرے بچّے کو انہی آدم خوروں کے حوالے کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

"اچھا، اب تم ہمیں اپنے گاؤں لے چلو۔" ٹارزن نے کہا۔ "وہاں ہم کچھ دیر آرام کریں گے۔ ہمیں چند روز کے لیے تمہارے کچھ آدمیوں کی بھی ضرورت پڑے گی۔ وہ ہمیں راستہ دکھائیں گے۔"

کاویری، آدمی دینے کے لیے خُوشی خُوشی تیّار ہو گیا۔ اُس نے سوچا، اچھا ہو گا اِسی طرح یہ بلا میرے سر سے ٹل جائے گی۔

مگر جب گاؤں پہنچ کر اُس نے اپنے آدمیوں سے یہ بات کہی تو وہ لوگ بھاگ کر جنگل میں چھُپ گئے۔ ٹارزن مُسکرانے لگا۔ اُس نے کہا۔ ”وہ ہمارے ساتھ جانا نہیں چاہتے۔ اچھا کاویری، تُم چُپ چاپ یہیں بیٹھے رہو۔ بہت جلد تمہارے آدمی بھاگے بھاگے تمہارے پاس آئیں گے۔“

وہ اُٹھا۔ مُوگامبی کو کاویری کے پاس رہنے کا حکم دیا اور خود شِیتا اور گوریلوں کو لے کر جنگل میں گھُس گیا۔

آدھے گھنٹے تک کوئی خاص بات نہ ہوئی، مُوگامبی اور کاویری گاؤں میں بیٹھے رہے۔ پھر بہت دُور سے ایک بھیانک آواز آئی۔ یہ ٹارزن کی پُکار تھی۔ اُس کے فوراً بعد چاروں طرف سے اِسی جیسی آوازیں اور چیخیں سُنائی دینے لگیں، جن میں کبھی کبھی بھوکے چیتے کی دہاڑ کی آواز بھی شامل ہو جاتی تھی۔

دھوکا

کاویری کی جان پر بننے لگی۔ اُس نے مُوگا مبی کے کان کے قریب منہ لا کر اُس سے پوچھا۔ ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“

”یہ ٹارزن اور اُس کے ساتھیوں کی آوازیں ہیں۔“ مُوگا مبی نے کہا۔ ”مگر میں یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔“

کاویری نے تھر تھر کانپتے ہوئے جنگل کی طرف نظر کی۔ اُس کی ساری عمر اِس جنگل میں کٹی تھی، مگر پہلے کبھی ایسی خوفناک آوازیں نہ سُنی تھیں۔ بڑا

زبردست شوروغُل ہورہا تھا۔

پھر یہ آوازیں رفتہ رفتہ اُس کے قریب آتی گئیں۔ اب اُن میں عورتوں، بچّوں اور مردوں کے ڈر کر چیخنے کی آوازیں ملی ہوئی تھیں۔ بیس منٹ تک یہی قیامت مچی رہی۔ یہاں تک کہ اب شور بالکل قریب سے سُنائی دینے لگا۔ کاویری اُٹھ کر بھاگنے لگا مگر مُوگامبی نے اُسے پکڑ کر بٹھالیا۔ ٹارزن کا یہی حکم تھا۔

ایک لمحے بعد خوف زدہ جنگلیوں کی ایک بھیڑ بھاگ کر جنگل سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنی جھونپڑیوں کی طرف لپکی۔ اُن کے پیچھے پیچھے ٹارزن، شِیتا اور آکُوٹ کے گوریلے تھے۔

ٹارزن مُوگامبی کے پاس آکر بولا۔ ”لو میرے بھائی، تمہارے آدمی واپس آگئے ہیں۔ اب تُم اِن میں سے وہ آدمی چُن لو جنہیں کشتی کھینے کے لیے میرے ساتھ جانا ہے۔“

کاویری کانپتا ہوا اُٹھا اور اُس نے اپنے آدمیوں کو پُکارا کہ جھونپڑیوں میں

سے باہر آؤ۔ مگر ایک بھی نہ آیا۔ ٹارزن نے کہا۔ ”تم اُن سے کہو کہ اگر یوں باہر نہ آئیں گے تو پھِر میں اور طرح بُلواؤں گا۔“

کاویری نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ ایک پَل میں گاؤں کی ساری مخلوق باہر آگئی۔ اُن لوگوں کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں اور بار بار اُن حیوانوں پر پڑ رہی تھیں جو اُن کی جھونپڑیوں کے ارد گرد گھوم پھِر رہے تھے۔

کاویری نے ایک درجن آدمیوں کو جلدی جلدی سمجھایا کہ اُن کا ٹارزن کے ساتھ جانا ضروری ہے۔ اُن بے چاروں کے چہرے اِس خوف سے سفید پڑ گئے کہ کشتی میں چیتے اور گوریلوں کے ساتھ ٹھُس کر بیٹھنا پڑے گا۔ لیکن مُشکل یہ تھی کہ انکار کرتے تو ٹارزن اپنے خونخوار غول سے اُن کی تِکّا بوٹی کروا دیتا۔ مرتا کیا نہ کرتا وہ غریب دریا کے کنارے پہنچ کر کشتی میں بیٹھ گئے اور چپّو سنبھال لیے۔

جب ٹارزن کی کشتی ایک موڑ مُڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی تو کاویری

نے اِس طرح چین کا سانس لیا جیسے اُس کے سینے پر سے پتھّر کی سِل اُتر گئی ہے۔

آگے چل کر اِن بارہ جنگلی آدمیوں میں سے تین بھاگ گئے۔ مگر ٹارزن نے کچھ پرواہ نہ کی۔ کیونکہ اِس عرصے میں کئی ایک گوریلے بھی کشتی کھینا سِیکھ گئے تھے۔ ٹارزن اپنے خوفناک غول کو زیادہ وقت کشتی ہی میں رکھتا۔ وہ صرف دِن کے وقت شکار کر کے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے خشکی پر اُترتے اور رات کے وقت سونے کے لیے ساحل پر چلے جاتے۔

اس علاقے کے باشندے اُن کے ڈر سے بستیاں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اِس لیے اُن کو راستے میں جتنے گاؤں ملے وہ سب ویران تھے۔ ٹارزن دریا کے کنارے رہنے والے وحشی انسانوں سے ملنا چاہتا تھا مگر اُن میں سے کوئی کہیں نظر ہی نہ آیا۔ آخر ایک جگہ ٹارزن خود تو خشکی پر اُترا اور اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دی کہ وہ آگے کا سفر جاری رکھیں۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا اُس بد معاش سفید آدمی کا کیا بنا۔ آخر شام میں ایک جگہ

اُس کی مقامی باشندوں سے مُڈ بھیڑ ہو ہی گئی جو تعداد میں دو سو کے قریب بیٹھے تھے۔

ٹارزن اُن کی جھونپڑیوں کے اُوپر چھائے ہوئے ایک گھن دار درخت پر چڑھ کر اُس کی شاخ کے جھُنڈ میں چھُپ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ اگر وہ سیدھے سادے طریقے سے اُن کے سامنے جا کھڑا ہوتا تو وہ یا تو اُس سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے یا لڑنے پر اُتر آتے۔ مگر ٹارزن انہیں بھگانا چاہتا تھا نہ لڑنے بھڑنے کو تیّار تھا، وہ تُو اُن سے بات چیت کر کے اُس بد معاش سفید آدمی کا کھوج نکالنا چاہتا تھا۔

آخر اُس نے ایک تدبیر نکالی۔ پہلے تو خود کو اُن کی نظروں سے خوب اچھی طرح چھپا لیا۔ پھر چیتے کی طرح غُرّانے لگا۔ گاؤں کے باشندوں کی نظریں درخت کی طرف اُٹھ گئیں۔

اس وقت اندھیرا ہو چلا تھا اِس لیے انہیں نظر کُچھ نہ آیا۔ اب ٹارزن نے چیتے کی آواز میں دہاڑیں مارنی شروع کر دیں۔ پھر آواز کیے بغیر

جھونپڑیوں کے جھُنڈ کے سِرے پر پہنچ کر زمین پر کُود پڑا۔ وہ ہرن جیسی تیز رفتار سے دوڑتا ہوا گاؤں کے دروازے پر پہنچ گیا اور چلّا چلّا کر کہنا شروع کر دیا کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ مُجھے بھُوک لگ رہی ہے اور رات کو سونے کے لیے ٹھکانا بھی چاہیے ہے۔

ٹارزن نے یہ حرکت اِس لیے کی کہ وہ جانتا تھا یہ لوگ درخت پر چڑھے ہوئے چیتے کی غرّاہٹ اور دہاڑیں سُننے کے بعد جب میری چیخ و پُکار سُنیں گے تُو اُن کا ڈر کے مارے دم نکلنے لگے گا۔ گاؤں والے اُس کے چیخنے کے جواب میں کچھ نہ بولے۔ رات کے وقت گاؤں کے باہر سے جو آواز سُنائی دے اُسے وہ کسی بُری رُوح کی آواز سمجھتے ہیں۔

ٹارزن نے چیخ کر کہا۔ ”بھائیو، مُجھے اندر آنے دو۔ میں ایک سفید انسان ہوں اور اُس بد معاش سفید آدمی کا پیچھا کر رہا ہوں جو کچھ دِن پہلے اِدھر سے گُزرا ہے۔ اُس نے تُم لوگوں پر جو ظُلم توڑے ہیں، اُن کی اُسے سزا دینا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں یقین نہ ہو کہ میں تمہارا دوست ہوں تو میں اُس کے

ثبوت میں اس درخت پر چڑھ سکتا ہوں، جس میں چیتا چھُپا ہوا ہے اور اُسے وہاں سے بھگا سکتا ہوں۔ اگر تُم نے مُجھے اندر نہ آنے دیا اور دوست نہ سمجھا تو پھر میں چیتے کو مجبور کر دوں گا کہ وہ تُم پر ٹوٹ پڑے اور تمہاری تِکّا بوٹی کر دے۔"

پہلے تو سب لوگ خاموش رہے پھر ایک بوڑھے آدمی کی آواز آئی۔ "اگر تُم سچ مچ انسان ہو، اور ہمارے دوست بھی ہو تو ہم تمہیں اندر آجانے دیں گے مگر پہلے چیتے کو بھگا دو۔"

"اچھا۔" ٹارزن نے کہا۔ "تم لوگ کان لگا کر سُنو تمہیں چیتے کے بھاگنے کی آوازیں سُنائی دیں گی۔"

پھر وہ لپک کر درخت پر چڑھا اور شاخوں میں گھُسنے میں بڑی کھڑ بڑ کی۔ اُسی کے ساتھ چیتے کی آواز میں غرّاتا بھی رہا تاکہ سُننے والے سمجھیں کہ چیتا ابھی وہاں موجود ہے۔

پھر اُس نے اور زیادہ کھڑ بڑ کی۔ وہ درخت کی شاخوں کو ہلاتا رہا اور چیتے کو

زور زور سے ڈانٹتا رہا کہ وہاں سے چلا جائے۔ اُس شور و غُل میں اُس نے کبھی کبھی چیتے کی غرّاہٹیں اور چیخیں بھی ملا دیں۔ پھر وہ اُلا نگتا پھلا نگتا درخت کے پرلے سِرے پر پہنچ کر زمین پر کود گیا اور درختوں پر بڑے زور سے پنجے مارتا اور چیتے کی طرح غرّاتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ جوں جوں گاؤں سے دُور ہوتا گیا، غُرّانے کی آواز نیچی کرتا گیا، تاکہ گاؤں والوں کو یہی گمان گزرے کہ چیتا بھاگ رہا ہے۔

پھر کچھ دیر بعد گاؤں کے دروازے پر واپس آکر چلّا کر کہنے لگا۔ ”میں نے چیتے کو بھگا دیا ہے۔ اب تم لوگ اپنا وعدہ پورا کرو اور مجھے اندر آ جانے دو۔“

پہلے تو گاؤں میں چُر غَم چُر غَم ہوتی رہی، پھر آدھے درجن لوگ دروازے پر آئے اور کواڑ کھول کر باہر جھانکنے لگے۔ ظاہر تھا کہ ڈر رہے ہیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ وہاں تو صرف ایک سفید انسان ہے جو تقریباً ننگا ہے تو وہ انہیں کچھ جچا نہیں، مگر جب ٹارزن نے انہیں یقین دِلایا کہ وہ اُن کا

دوست ہے تو انہوں نے کواڑ تھوڑے سے اور کھول دیے اور اُسے اندر بُلا لیا۔

پہلے تو گاؤں والوں کے پتّے پانی ہوئے جا رہے تھے مگر اب اُن کے دل بڑھ گئے۔ سفید انسان اکیلا تھا اور اُس کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھا۔ وہ اُن کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ اب وہ اُن کے لیے تماشے کی چیز بن گیا۔ جب وہ اُن کے سردار کی جھونپڑی کی جانب روانہ ہوا تو مردوں، عورتوں اور بچّوں نے اُسے گھیر لیا اور اُس کا اچھا خاصا جلوس نکال دیا۔

ٹارزن کو سردار سے معلوم ہوا کہ رو کُوف ایک ہفتے پہلے دریا کے چڑھاؤ کی طرف گیا ہے۔ اُس کے ماتھے پر سینگ نکلے ہوئے تھے اور اُس کے ساتھ بدروحیں تھیں۔ بعد میں اُس نے یہ بھی بتایا کہ رو کُوف اِس گاؤں میں ایک مہینے تک ٹھہرا رہا تھا۔ کاویری نے بتایا تھا کہ رو کُوف کو وہاں سے گئے ہوئے صرف تین دِن ہوئے تھے۔ اُن دونوں بیانوں میں جو فرق تھا اُس کی وجہ ٹارزن کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ وحشی انسان بات ہمیشہ گھٹا

بڑھا کر کہا کرتے ہیں۔ پھر بھی اُسے اتنا معلوم ہو گیا کہ وہ ٹھیک راستے پر جا رہا ہے۔ اب روکُوف اُس سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

اس پوچھ تاچھ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ روکُوف سے پہلے گوروں کی ایک اور پارٹی بھی اِدھر سے گُزری ہے۔ اُس میں ایک مرد، ایک عورت، ایک بچّہ اور کئی ایک حبشی تھے۔

ٹارزن اُن لوگوں کو دِکھانے کے لیے ایک درخت کے تلے پڑ کر سو گیا۔ مگر جوں ہی سنّاٹا ہوا، چُپکے سے اُٹھا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اُس کا مقصد گاؤں والوں سے روکُوف کے بارے میں معلوم کرنا ہی تھا۔ یہ مقصد حاصل ہو چکا تھا۔ اب وہاں ٹھہرنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ دو دِن تک دریا کے کنارے کنارے چلنے کے بعد ایک گاؤں میں پہنچا۔ اُس کا سردار صورت ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا تھا مگر اُس نے ٹارزن کی بڑی آؤ بھگت کی اور بہت شرافت سے پیش آیا۔

ٹارزن بہت تھک گیا تھا اِس لیے اُس نے آرام کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ایک

جھونپڑی کے سائے میں لیٹ رہا اور سو گیا۔ اُدھر گاؤں کے سردار نے فوراً اپنے دو آدمیوں کے کانوں میں کچھ کہا، جسے سُن کر وہ مشرق کی سمت میں دوڑ گئے۔

تین گھنٹے بعد دریا میں دو کشتیاں نمودار ہوئیں۔ کنارے پر سردار اُن کے استقبال کے لیے موجود تھا۔ اُن کشتیوں میں وہ آدمی بھی بیٹھے تھے جنہیں سردار نے کچھ سِکھا کر مشرق کی طرف دوڑایا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اُس نے سفید انسانوں کو ٹارزن کے گاؤں میں موجود ہونے کی خبر دی تھی۔ چند منٹ کے اندر اندر کشتیاں کنارے سے آ لگیں۔ اُن میں سے آدھے درجن گورے اور بہت سے جنگلی انسان اُترے۔ جو سفید انسان اُن کو حکم دے رہا تھا اُس کے چہرے پر کالی ڈاڑھی تھی۔

اُس نے سردار سے پوچھا۔ "وہ سفید انسان کہاں ہے؟"

"آپ میرے ساتھ چلے آیئے۔" سردار نے جواب میں کہا۔ "وہ سو رہا ہے۔ آپ کے آنے اور جانے کے بارے میں بہت کُرید کُرید کر پوچھتا رہا

ہے۔ اور اُس کی شکل بھی ویسی ہی ہے جیسی آپ نے بتائی تھی۔ اگر آپ نے مُجھے سارا قصّہ نہ سُنار کھا ہوتا تو میں نے اُسے نہ پہنچانا ہوتا اور اُس نے آپ کا پیچھا کر کے آپ کو مار ڈالا ہوتا۔ اگر وہ آپ کا دوست ہے تو کُچھ بگڑا نہیں اور اگر دُشمن نکلا، تو پھر آپ مجھے ایک رائفل اور کُچھ کارتوس انعام میں دِلوایئے۔"

سفید انسان نے کہا۔ "وہ دُشمن ہو یا دوست، تُم کو رائفل اور کارتوس ضرور دیے جائیں گے۔ مگر ایک شرط ہے۔ تُم کو میرا ساتھ دینا پڑے گا۔"

"میں آپ کا ساتھ دوں گا۔" سردار نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "آپ میرے ساتھ چل کر اُس اجنبی کو شناخت کر لیجیئے۔"

ٹارزن پر نظر پڑتے ہی روکُوف کی باچھیں کِھل گئیں۔ اُس نے مُڑ کر اپنے آدمیوں کو اِشارہ کیا کہ اِسے پکڑ کر باندھ لو۔

پَل بھر میں ایک درجن وحشی ٹارزن پر ٹوٹ پڑے جو آنکھ کھُلنے کے بعد انہیں حیرانی سے دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔

ٹارزن کو زمین پر اوندھا ڈال دیا گیا تو روکُوف اُس کے قریب آ کر نفرت سے بولا۔ "اب بھی یہ بات تیری اوندھی کھوپڑی میں بیٹھی یا نہیں کہ تجھے روکُوف کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔" یہ کہہ کر اُس نے ٹارزن کے منہ پر پوری طاقت سے لات ماری۔ پھر دانت نِکوس کر بولا۔ "آج رات جب میرے آدم خور دوست تُجھے کھاتے ہوں گے، اُس وقت میں تُجھے بتاؤں گا کہ تیری بیوی اور بیٹے کی کیا گت بن چُکی ہے اور اُن کے بارے میں میرے آئندہ ارادے کیا ہیں؟"

موت کا ناچ

عین اسی وقت گھنے جنگل کے اندھیرے میں جھاڑیوں اور خود رَو پودوں میں سے گُزر کر ایک بڑا سا چیتا دبے پاؤں آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ شِیتا تھا۔

وہ کبھی کبھی رُک کر اپنی ناک اُوپر اُٹھا کر اِس طرح سُوں سُوں کرتا جیسے بُو سے کسی کا کھوج لگا رہا ہے اور پھر مشرق کی جانب تیز قدم بڑھا دیتا۔ بعض جگہ درختوں کی شاخوں کا اُلجھاؤ اُس کا راستہ روکتا تو وہ پَل بھر رُکنے کے بعد پھُرتی سے راستہ نکال کر پھر چل پڑتا۔ اُس کے نتھنوں میں بہت سے

چوپایوں کی بُو آتی، جِن کا گوشت بڑا مزے دار ہوتا ہے مگر وہ رُکنے کا نام نہ لیتا۔ اُسے بڑی سخت بھوک لگ رہی تھی۔ کوئی اور موقع ہوتا اور اُسے اِتنی بھوک لگی ہوتی تو وہ کسی نہ کسی جانور پر ٹوٹ پڑا ہوتا مگر اِس وقت وہ اپنی بھوک کی بھی پروا نہ کر رہا تھا۔

شِیتا رات بھر اِسی طرح چلتا رہا۔ اگلے دِن صرف ایک جگہ شکار کے لیے رُکا اور اپنے شکار کے ٹکڑے نگل جانے کے بعد پھر کھڑا ہو گیا۔

شام ہوتے وہ ایک بڑے سے گاؤں میں پہنچا اور ناک زمین کی طرف کیے، سُونگھتے ہوئے، گاؤں کا چکّر کاٹا۔ پھر ایک جگہ رُک گیا جو چند جھونپڑیوں کا پچھواڑا تھی۔ یہاں اُس نے پل بھر کو سُوں سُوں کی، پھر سر ایک طرف ڈھلکا کر کان کھڑے کر کے کچھ سُنتا رہا۔

اس کے بعد وہ جلدی سے اُٹھا اور جھونپڑیوں کے جھُنڈ کی باڑھ پر چڑھ کر اندھیرے میں دیوار اور ایک جھونپڑی کی پُشت کے درمیان کی جگہ میں غائب ہو گیا۔ گاؤں میں ایک بھاری ضیافت کی تیّاریاں کی جا رہی تھیں۔

بہت سے الاؤ جل رہے تھے۔ آدمیوں کے گھیرے کے بیچوں بیچ ایک کھمبا گڑا ہوا تھا، جیسا انسان کو اُس کے ساتھ باندھ کر جلانے کے لیے گاڑا جاتا ہے۔ اُس کے نزدیک کُچھ کالے وحشی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اُن کے جسموں پر سفید، نیلے اور بادامی رنگ کی چوڑی چوری اور بے ڈھنگی دھاریاں بنی ہوئی تھیں، آنکھوں، ہونٹوں، سینوں اور پیٹوں پر بڑے بڑے رنگین گھیرے کھچے ہوئے تھے اور مٹّی لیے ہوئے بالوں میں پَر اور تاروں کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔

گاؤں کی ایک جھونپڑی میں گاؤں والوں کا وہ شکار بندھا پڑا تھا جس کا گوشت ضیافت میں نوچ نوچ کر کھایا جانا تھا۔ یہ ٹارزن تھا۔

اُس نے اپنے طاقتور پٹھوں کا پورا زور لگا کر بندھن توڑنے کی کوشش کی، مگر اُن کی جکڑ اتنی پکّی تھی کہ کچھ بھی نہ بنا۔ رسّی کو گِرہوں پر گِرہیں دے کر بندھن بہت مضبوط کر دیے گئے تھے۔ موت آئی رکھی تھی۔

مگر ٹارزن کو اپنی موت سے زیادہ اپنی بیوی اور بچّے کی سلامتی کی فکر ستا رہی

تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ جین اِس وقت لندن میں ہے اور رو کُوف کے پنجے سے محفوظ ہے، اِس لیے اُس کی طرف سے تو اطمینان تھا۔ ہاں، اپنے بچّے کا خیال کر کے اُس کا دل تڑپ رہا تھا۔

رو کُوف تیسرے پہر کے وقت کئی دفعہ آیا اور اسے بُرا بھلا کہہ کر واپس چلا گیا۔ ٹارزن نے اس پر یہ ظاہر نہ کیا کہ وہ تکلیف میں ہے۔ رو کُوف نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ٹارزن کو آخری تکلیف اُس وقت دے گا جب آدم خوروں کے نیزے اُسے چھید چھید کر ہلاک کر رہے ہوں گے۔ وہ اُسے بتائے گا کہ اس کی بیوی جین کہاں ہے اور اُس پر کیا بپتا پڑ رہی ہے۔ اچانک ٹارزن کے نتھنوں میں ایک جانی پہچانی بُو آئی۔ اُس کا دماغ ایک دم چوکس ہو گیا۔ آنے والا اُس جھونپڑی کے پیچھے تھا جس میں ٹارزن بندھا پڑا تھا۔

ٹارزن کے ہونٹ ہِلے۔ اُس نے کوئی ایسی آواز نہیں نکالی جو جھونپڑی کے باہر انسانی کانوں کو سنائی دے سکے۔ مگر وہ جانتا تھا کہ وہ جس کے کانوں تک اُسے پہنچنا چاہیے، سُن رہا ہے۔

ایک لمحے بعد گدّے دار پنجوں کے دیوار پھاندنے کی آواز آئی۔ پھر اُن بلّیوں پر پنجے مارنے کی آواز ہوئی جِن کے سہارے کھپچّیوں کا ٹھاٹر اکھڑا کیا گیا تھا اور اگلے لمحے اس سوراخ میں سے، جو پنجے مارنے سے بنا تھا، شِیتا نے اندر آکر اپنی ٹھنڈی تھوتھنی اُس کی گردن سے بھڑا دی۔

ٹارزن نے شِیتا کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ اُسے اپنے دانتوں سے یہ رسّی کاٹنی چاہیے جس میں وہ بندھا پڑا ہے۔ مگر شِیتا کی سمجھ میں نہ آئی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا مطلب سمجھ لیا کرتے تھے، مگر یہ بات شِیتا سمجھ نہ سکا۔ وہ رسّی کاٹنے کی جگہ ٹارزن کی باہیں اور ہاتھ چاٹنے لگا۔

پھر ایک آہٹ ہوئی۔ کوئی جھونپڑی کی طرف آرہا تھا۔ شِیتا آہستہ سے غرّایا اور جھونپڑی کے پچھلے کونے میں، جہاں اندھیرا تھا، چلا گیا۔ آنے والے نے اُس کی غرّاہٹ نہیں سُنی تھی۔ وہ بغیر رُکے اندر گھُس آیا۔

وہ ایک لمبا تڑنگا ننگ دھڑنگ وحشی تھا۔ اُس نے ٹارزن کے قریب پہنچ کر اُس کے بازو میں نیزہ چبھویا۔ ٹارزن کے ہونٹوں سے ایک بڑی بھیانک

آواز نکلی۔ اُس کے جواب میں شِیتا اندھیرے میں سے اُچھل کر وحشی کے سینے پر آ پڑا اور اپنے ناخن اس کے گوشت میں گڑو کر بڑے بڑے زرد دانت اُس کے گلے میں گاڑ دیے۔

وحشی نے خوف اور تکلیف سے بے تاب ہو کر ایک وحشت ناک چیخ ماری۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ یہ چیخ سُن کر پہلے تو گاؤں پر سنّاٹا چھا گیا، پھر ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بہت سے آدمی صلاح مشورہ کر رہے ہوں۔ اِس کے بعد بہت سے لوگوں کے جھونپڑی کی طرف بڑھنے کی آہٹیں ہوئیں۔ شِیتا اپنے شکار کو چھوڑ کر اُٹھا اور بے آواز چال سے اُس سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔ جس میں سے اندر گھُسا تھا۔ جھونپڑی کے دوسرے سِرے سے اُن جنگلی انسانوں کے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ یہ معلوم کرنے آ رہے تھے کہ جھونپڑی کے اندر کیا گڑبڑ ہو رہی ہے۔

ٹارزن کو شِیتا کے واپس آنے کی توقع نہیں تھی۔ اُس نے سوچا، اگر اُسے مُجھ کو بچانا ہوتا تو باہر جاتا ہی کیوں۔ مگر پھر اُسے خیال آیا، اگر وہ نہ بھی جاتا

تو رائفل کے مقابلے میں کیا کر پاتا، اُس کی ایک ہی گولی سے ٹھنڈا ہو جاتا۔ ہاں اگر اُس نے رسّی کاٹ دی ہوتی تو پھر نقشہ کچھ اور ہوتا۔

اس وقت تک وحشی لوگ جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ چکے تھے اور اندھیرے میں گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ اُن میں سے جو دو آدمی آگے تھے، اُن کے دائیں ہاتھوں میں نیزے تنے ہوئے تھے اور بائیں ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ پیچھے کے آدمی اُن کو آگے دھکیل رہے تھے مگر وہ پیچھے ہٹے جا رہے تھے۔ چیتے اور شکار کی چیخوں نے اُن کو پہلے ہی ڈرا رکھا تھا۔ اب کوٹھڑی کے اندر کی ہولناک خاموشی سے اُن کے دل اور بھی دہل گئے۔

پھر آگے والوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ سے مشعل کوٹھڑی کے بیچ کے حصّے میں پھینک دی۔ اُس سے سب طرف روشنی ہو گئی۔ مشعل فرش سے ٹکرا کر آناً فاناً بُجھ گئی مگر اتنی ہی سی دیر میں سب کچھ نظر آ گیا تھا۔ سفید قیدی جُوں کا تُوں بندھا پڑا تھا اور اُس سے کچھ دُور حبشی کی لاش پڑی

تھی۔ لاش کو بھنبھوڑنے والا نظر نہ آ رہا تھا۔ اِس لیے وحشیوں نے یہی نتیجہ نکالا کہ یہ اُس بد روح کا کام ہے جو سفید انسان کے قبضے میں ہے۔ وہ چیختے ہوئے باہر کی طرف بھاگے۔

اِس کے بعد گھنٹے تک کوئی اُدھر نہ آیا۔ ہاں گاؤں کے پرلے سِرے سے انسانوں کے بولنے کی بھنبھناہٹ سُنائی دیتی رہی۔ ظاہر تھا کہ وہ جھونپڑی پر دوبارہ ہلّا بولنے کے لیے خود کو جوش میں لا رہے ہیں۔ کبھی کبھی کسی وحشیانہ نعرے کی آواز بھی آ جاتی۔

آخر کار دو آدمی مشعلیں اور بندوقیں لیے ہوئے اندر آئے۔ یہ سفید انسان تھے۔ رو کُوف اُن میں نہیں تھا۔ وحشیوں نے جب یہ دیکھا کہ گوروں پر حملہ نہیں ہوا تو وہ بھی اندر گھُسے۔ سفید انسانوں نے ٹارزن سے پُوچھ گچھ کی مگر وہ صرف سر ہلاتا رہا۔

پھر رو کُوف بھی آ گیا۔ جنگلی انسان کی لاش پر نظر پڑتے ہی اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ وحشیوں کے سردار سے کہنے لگا کہ "اِس بد رُوح کا فوراً خاتمہ کر

دینا چاہیے تا کہ یہ تمہارے آدمیوں کو ہلاک نہ کر سکے۔"

کالے سردار نے حکم دیا کہ ٹارزن کو اُٹھا کر قربانی کے کھمبے کے پاس پہنچا دیا جائے، مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ اُس نے ڈانٹا ڈپٹا تو کُچھ آدمیوں نے ٹارزن کی رسّیاں پکڑ کر گھسیٹنا شروع کیا۔ پھر اٹھّارہ بیس آدمی اور لگ گئے اور اُسے لے جا کر کھمبے سے باندھ دیا۔

روکُوف نے ٹارزن کے قریب پہنچ کر سب سے پہلے اُس کے نیزہ گھونپا۔ زخم سے خون کی دھار بہہ نکلی مگر اُس نے اُف تک نہ کی۔ اِس سے روکُوف کے اور آگ لگی۔ وہ بُرا بھلا کہتا ہوا بے بس قیدی پر پِل پڑا۔ اُس نے منہ پر گھونسے اور ٹانگوں پر لاتیں ماریں اور اُس مار پیٹ سے بھی جی نہ بھرا تو اُس کے پیٹ پر نیزہ مارنے لگا۔

مگر وحشی سردار اُچھل کر اُس پر جا پڑا۔ اُسے دھکیل کر پرے لے گیا۔ اُس نے کہا۔ "بالکل ایسا نہ کرنا۔ اگر تم نے قیدی کو جان سے مار دیا تو ہمارا موت کا ناچ کیسے ہو گا۔ تُم اِس کو ہلاک کر دو گے تو اِس کی جگہ ہم تُم کو باندھ دیں

گے۔"

اس دھمکی کے بعد روکوف نے قیدی پر ہاتھ نہ اُٹھایا، بس اتنا کہا کہ جب تیری تِکّا بوٹی ہو گی تو تیرا دِل میں کھاؤں گا۔ پھر وہ دانت پیس کر بولا۔ "تیرا خیال یہ ہے کہ تیری بیوی لندن میں محفوظ ہے۔ احمق، تُجھے معلوم ہی نہیں کہ وہ اِس وقت کہاں ہے۔ میں نے یہ بات تُجھے ابھی تک نہیں بتائی تھی۔ اب تُو مرنے کو ہے۔ اِس لیے یہ بات بتا کر تیری تکلیف بڑھاتا ہوں۔"

ناچ شروع ہو چکا تھا۔ وحشی انسان، جن کے جسموں پر آگ کی چمک پڑ رہی تھی، اُچھلتے ہوئے اپنے شکار کے گِرد چکّر کاٹ رہے تھے اور اُس کے جسم میں نیزے چبھوتے جاتے تھے۔

اُس وقت جنگل میں سے ایک تیز چیخ کی آواز آئی۔ ناچنے والے لمحہ بھر کو رُک گئے۔ سب طرف سنّاٹا چھا گیا۔ اچانک ٹارزن نے اُس چیخ کے جواب میں اِس سے بھی زیادہ خوفناک چیخ ماری۔

وحشی کئی منٹ تک رُکے کھڑے رہے۔ پھر روکُوف اور اپنے سردار کے بار بار کہنے پر انہوں نے ناچ ختم کرنے اور شکار کو کھانے کے لیے دوبارہ اُچھلنا شروع کر دیا۔

مگر اِس سے پہلے کہ کوئی نیزہ ٹارزن کی کھال کو چھُوتا، شِیتا اُچھل کر آگے آیا اور ٹارزن کے پاس کھڑا ہو کر غُرّانے لگا۔ ایک لمحے کے لیے وحشی اور سفید انسان سب اس طرح کھڑے رہ گئے جیسے انہیں سکتہ ہو گیا ہے۔ اُن کی نظریں چیتے کے دانتوں پر گڑ کر رہ گئی تھیں جو ہونٹوں سے باہر نکل آئے تھے۔ وہ اِس خوفناک مخلوق کو نہ دیکھ سکے۔ جو جنگل کے اندھیرے میں سے نمودار ہو رہی تھی۔ اُسے صرف ٹارزن ہی کی آنکھ دیکھ سکی۔

میرا بچّہ کہاں ہے؟

جنگلی چیتے کو دیکھ کر ڈرے تو سہی مگر یہ دیکھ کر اُن کے دل بندھے رہے کہ یہ چیتا ہمارے اتنے سارے نیزوں کا کیا مُقابلہ کر سکے گا۔ روکُوف نے اُن کے سردار سے کہا کہ قیدی کے نیزے مارے جائیں۔ وہ حکم دینے ہی کو تھا کہ اُس کی نظر اُدھر جا پڑی جدھر ٹارزن گھُور رہا تھا۔

اُس نے ڈر کر ایک دہاڑ ماری اور مُڑ کر گاؤں کے دروازے کی طرف بھاگا۔ اُس کے آدمی بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ چاندنی اور

آگ کی چمک میں آ کُوٹ کے گوریلے بھد بھد کرتے چلے آ رہے تھے۔

جُونہی وحشیوں نے بھاگنا شروع کیا، ٹارزن نے ایک وحشیانہ دہاڑ ماری جس کے جواب میں شِیتا اور گوریلے غرّاتے ہوئے وحشی انسانوں کے پیچھے دوڑنے لگے۔ اُن میں سے چند ایک نے مُڑ کر حملہ آوروں سے لڑنا چاہا مگر بُری طرح لہُولہان ہوئے اور مارے گئے۔

ٹارزن نے اپنے حیوانی غول کو اُسی وقت واپس بلایا جب سارا گاؤں خالی ہو گیا اور جنگلی انسان جھاڑیوں میں جا چھُپے۔ مگر وہ یہ بات گوریلوں کو بھی نہ سمجھا سکا کہ اُس کے بندھن کاٹ دیے جائیں۔

اس نے مایوس ہو کر سوچا کہ شاید کچھ دیر بعد یہ بات اُن کی موٹی عقلوں میں آ جائے مگر اُس وقت تک یہ بھی تو مُمکن ہے کہ جنگلی گاؤں پر دوبارہ قبضہ کرنے آ جائیں اور اُن کے مددگار سفید انسان ہم سب کو بندوقوں سے مار ڈالیں۔ ٹارزن کو شِیتا پر بڑا پیار آ رہا تھا، وہی تو اُس کی جان بچانے کے لیے گوریلوں کو بُلا کر لایا تھا۔ اس وقت وہ کھمبے کے پاس آ کر اُس کی ٹانگوں

سے اپنی پیٹھ رگڑ رہا تھا۔ اور بلّی کی طرح خُر خُر کر رہا تھا۔

ٹارزن کو مُوگامبی کے نہ آنے سے پریشانی ہو رہی تھی۔ اُس نے آکُوٹ سے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اُس کا کیا بنا؟ اُسے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ حیوان اُس بے چارے کو کھا نہ گئے ہوں۔ اُس نے آکُوٹ سے بار بار پوچھا مگر اُس نے ہر بار اُس طرف اشارہ کر دیا جِدھر سے اُس کا غول آیا تھا۔

رات ساری کی ساری اِسی طرح گُزر گئی۔ ٹارزن کھمبے سے بندھا رہا۔ دِن نکلا تو اُس نے دیکھا کہ جنگلی آدمی جنگل کے سِرے پر منڈلا رہے ہیں۔ وہ گاؤں واپس آ رہے تھے۔ چند لمحے بعد صاف نظر آنے لگا کہ وہ حملے کی تیّاری کر رہے ہیں۔ وہ ناچتے، اُچھلتے، نیزے ہلاتے اور جنگی نعرے لگاتے گاؤں کی طرف بڑھ رہے تھے، اُن کا سردار انہیں اُکسا رہا تھا۔

جب وہ ہلّا کر کے آگے بڑھے تو ٹارزن نے اپنے حلق سے پُراسرار آوازیں نکالیں۔ وحشی انہیں سُن کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ مگر آدھے گھنٹے بعد انہوں نے دوبارہ ہلّا کیا اور اب کے گاؤں کے دروازے تک آ پہنچے۔

شِیتا اور گوریلوں نے انہیں پھِر جنگل میں دھکیل دیا۔ تیسری بار وہ پھر چڑھ کر آئے۔ ٹارزن کو یقین ہو گیا کہ اب کے وہ گاؤں کے اندر داخل ہو جائیں گے۔ اُسے اِس بات کا رہ رہ کر خیال آ رہا تھا کہ اگر اُس کے ساتھی اُس کا مطلب سمجھ لیتے، اور اُس کے بندھن کاٹ دیتے تو نقشہ پلٹ جاتا۔ مگر وہ بے چارے اُس کی بات سمجھنے سے مجبور تھے۔ اس لیے ظاہر تھا کہ اُسے بھی مروائیں گے اور اُس کے ساتھ خود بھی مریں گے۔

وحشیوں نے حملے کی تیّاری شروع کر دی تھی۔ اُن میں سے چند ایک گاؤں کی طرف بڑھے آ رہے تھے اور دوسروں کو چیخ چیخ کر بُلا رہے تھے۔ اچانک ایک گوریلا ایک جھونپڑی کو گھور گھور کر دیکھنے لگا۔ ٹارزن نے اُس طرف دیکھا تو اُس کا دل بلّیوں اُچھلنے لگا۔ لمبا تڑنگا مُوگامبی دَوڑتا ہوا اُس کی طرف آ رہا تھا۔

وہ اِس طرح ہانپ رہا تھا جیسے بڑی زبردست مشقّت کر چُکا ہے۔ جھپٹ کر ٹارزن کے پاس پہنچا اور چاقو نکال کر اُس کے بندھن کاٹ ڈالے۔ جنگلیوں

میں سے پہلا آدمی گاؤں تک پہنچا ہی تھا کہ ٹارزن نے ایک جنگلی کی لاش سے جو کل رات کا مرا پڑا تھا، نیزہ اُچک کر اپنے غول کو پُکارا اور اُن جنگلیوں پر جا پڑا جو گاؤں کے دروازے سے گُزر رہے تھے۔

اس کے بعد بڑی خوفناک لڑائی ہوئی۔ آخر کار جنگلی بھاگ نکلے۔ اُن کی تعداد ٹارزن کے غول سے کہیں زیادہ تھی۔ اگر میدان میں جمے رہتے تو اُسے مار ہٹاتے مگر وہ ایک سفید اور ایک کالے آدمی کو ایک چیتے اور گوریلوں کے ساتھ ساتھ لڑتے دیکھ کر اِس قدر ڈرے کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ان میں سے ایک کو ٹارزن نے پکڑ لیا تھا۔ اُس سے روکُوف کے بارے میں پُوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ صُبح سردار نے اُس سے کہا تھا کہ اپنی بندوقوں سے ٹارزن کے غول کو مار ڈالے۔ مگر وہ اتنی دہشت کھا گیا کہ گاؤں کے قریب پھٹکنے کو بھی تیّار نہ ہوا اور اپنے آدمیوں سمیت کشتی میں بیٹھ کر نو دو گیارہ ہو گیا۔

اِس جنگ سے فارغ ہو کر ٹارزن ایک بار پھر آگے بڑھا۔ اب جو علاقہ آیا وہ بالکل غیر آباد تھا۔ لڑائی میں آکُوٹ کے تین گوریلے اور مر گئے تھے اِس لیے اب اُس کے ساتھ صرف پانچ گوریلے تھے۔ تین سفید انسانوں کے اِس علاقے میں گُزرنے کی جو افواہیں پہلے سُنی تھیں وہ اب سُننے میں نہ آئیں۔ ٹارزن کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ مرد اور وہ عورت کون تھے۔ البتّہ اُن کے ساتھ جو بچّہ تھا اُس کے بارے میں یہ بات ظاہر تھی کہ وہ اُسی کا ہے۔ اُسے یقین تھا کہ رو کُوف ان تینوں کا پیچھا کر رہا ہے۔ اس لیے اگر وہ رو کُوف کا پیچھا کرتا رہا تو شاید بہت جلد اُن تک جا پہنچے اور اپنے بچّے کو اُن سے چھین لے۔

ایک دِن دوپہر کے وقت اُسے ایک حبشی نظر آیا جو ایک زخمی سفید آدمی پر نیزہ پھینکنے کو تھا۔ یہ سفید آدمی ایک جھاڑی میں دبکا بیٹھا تھا۔ ٹارزن نے اُس کو فوراً پہچان لیا۔ یہ رو کُوف کا ملازم تھا اور جہاز پر ٹارزن کے لیے کھانا لے کر آیا کرتا تھا۔

ٹارزن کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ یہ شخص وحشیوں کے گاؤں میں روکُوف کے ساتھ نہیں تھا۔ اِس لیے یہی وہ سفید آدمی ہو گا جسے سفید عورت اور بچّے کے ساتھ سفر کرتا دیکھا گیا ہے۔

روکُوف نے ٹارزن کو چڑاتے ہوئے کہا تھا کہ اُس کی بیوی لندن میں محفوظ نہیں ہے۔ ٹارزن کو اُس کی یہ بات یاد آئی تو اُس نے اب یہ نتیجہ نکالا کہ سفید عورت جین ہی ہے اور روکُوف نے جین اور جیک کو اپنے ملازم کے ساتھ آدم خوروں کے اگلے گاؤں کی طرف چلتا کر دیا ہے۔

ٹارزن نے حبشی پر حملہ کر کے نیزہ اُس کے ہاتھ سے گِرا دیا۔ حبشی چاقو نکال کر اُس پر پِل پڑا۔ روکُوف کا ملازم جھاڑی میں پڑا پڑا یہ خوفناک لڑائی دیکھتا رہا۔

روکُوف کا ملازم جس کا نام اینڈرسن تھا، پہلے تو ٹارزن کو پہچانا نہیں۔ پھر جب پہچانا تو یہ خیال کر کے اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ جو خوش پوش انگریز جہاز پر قید کیا گیا تھا وہ اِس وقت کس طرح ایک حیوان کی

طرح غرّاغرّا کر حبشی کو چیر پھاڑ رہا ہے۔ حبشی نے ہار نہ مانی تھی اِس لیے ٹارزن نے اُسے ہلاک کر دیا۔ پھر اُچھل کر اُس کی لاش پر چڑھ گیا اور ایک پاؤں اُس کی ٹوٹی ہوئی گردن پر رکھ کر گوریلے کی طرح فتح کا بھیانک نعرہ مارا۔

اینڈرسن تھر تھر کانپنے لگا۔ اب ٹارزن اُس کی طرف مُڑا اور ایسی آنکھوں سے، جِن میں خون اُتر رہا تھا، اُس کو گھورنے لگا۔ پھر وہ غرّایا۔ ''میری بیوی اور بچّہ کہاں ہیں؟''

اینڈرسن نے جواب دینے کی کوشش کی، مگر اُسے اتنے زور کی کھانسی اُٹھی کہ دم گھٹنے لگا۔ اُس کے سینے میں ایک تیر اُترا ہوا تھا۔ جب وہ کھانسا تو زخمی پھیپھڑے کا خُون اس کے منہ اور نتھنوں کی راہ باہر نکلنے لگا۔ ٹارزن خاموش کھڑا رہا تھا۔ وہ اسے ہلاک تو کرنا چاہتا تھا مگر ضروری باتیں معلوم کر لینے کے بعد۔

جب کھانسی رُکی تو زخمی آدمی نے بولنے کی کوشش کی اور اس کے ہونٹ

ہولے ہولے ہلنے لگے۔ ٹارزن نے جھک کر اپنے کان اُن کے قریب کر لیے اور پھر پوچھا۔ ”میری بیوی اور بچّہ کہاں ہیں؟“

اینڈرسن نے راستے کی طرف اشارہ کیا اور بہت ہی دھیمے سے کہا۔ ”روکُوف کے ساتھ۔“

ٹارزن نے پوچھا۔ ”تم یہاں کیسے ہو؟ روکُوف کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟“

اینڈرسن نے اتنی دھیمی آواز میں جواب دیا کہ ٹارزن مُشکل ہی سے سُن سکا۔ اُس نے کہا۔ ”روکُوف اور اُس کے آدمیوں نے ہمیں آن لیا۔ لڑائی ہوئی تو میرے آدمی بھاگ گئے۔ میں زخمی ہو کر گِر پڑا تو روکُوف نے مُجھے پکڑ لیا اور یہاں چھوڑ گیا تا کہ لگڑ بھگڑ کا لُقمہ بن جاؤں۔ وہ تمہاری بیوی اور بچّے کو مُجھ سے چھین کر لے گیا۔“ ”تم اُن کو کہاں لے جا رہے تھے؟“ ٹارزن نے پوچھا اور پھر اُچھل کر اُس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اُس کی آنکھیں نفرت اور انتقام سے ڈگر ڈگر کر رہی تھیں۔

اینڈرسن نے کہا۔ ”میں نے انہیں رو کوف کے ظُلم سے چھڑانے کی کوشش کی تھی۔ تمہاری بیوی جب جہاز پر قید تھی، اس وقت اُس نے مجھ پر مہربانیاں کیں۔ جب تمہارا بچّہ روتا تھا تو اُس وقت بھی میرا دل کُڑھتا تھا۔ میرے آگے بھی بیوی بچّے ہیں۔ مُجھ سے یہ نہ دیکھا گیا کہ تمہاری بیوی اور بچّے کو تُم سے جُدا کر دیا جائے۔ بس اتنی سی بات تھی۔ کیا تُم میری یہ حالت دیکھ کر یہ گمان کر سکتے ہو کہ میں نے اُن کے ساتھ بد سلوکی کی ہے؟“ یہ کہہ کر اُس نے اُس تیر کی طرف اشارہ کیا جس کا کُچھ حصہ اُس کے سینے سے باہر نکلا ہوا تھا۔

اُس کے لہجے سے ٹارزن کو یقین ہو گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ وہ خوف زدہ نہیں بلکہ رنجیدہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میں مرنے کو ہوں اِس لیے ٹارزن کی دھمکیوں کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ یہ اُس کی انسان دوستی تھی جس کی وجہ سے وہ ٹارزن کو صحیح حالات بتا دینا چاہتا تھا۔

ٹارزن اُس کے قریب گھٹنوں کے بل جھک گیا اور کہا۔ ”مجھے افسوس ہے

کہ میں نے تم کو سخت سُست کہا۔ میرا خیال تھا کہ رو کُوف کے ساتھ جتنے آدمی ہیں وہ سب بدمعاش ہیں، مگر اب معلوم ہوا کہ یہ خیال غلط ہے۔ تُم نے میرے بیوی اور بچّے کے ساتھ جو بھلائی کی ہے اُس کا پورا حال سُناؤ۔"

اینڈرسن نے رُک رُک کر بتایا کہ ٹارزن کی بیوی اُس کے پیچھے پیچھے گودی میں آئی۔ رو کُوف نے اُسے پکڑ کر جہاز کی ایک کوٹھڑی میں قید کر دیا۔ اینڈرسن کو اُس پر ترس آ گیا۔ اُس نے اپنے جی میں ٹھان لی کہ اس بد نصیب عورت کی مدد کرے گا۔ ایک دِن اُس نے چُپکے سے اُس سے کہا کہ آج رات تُم تیّار رہنا۔ میں ایک کشتی میں بٹھا کر تمھیں کنارے پر پہنچا دُوں گا۔ اِس پر وہ کہنے لگی کہ میں اپنے بچّے کو بھی ساتھ لے جاؤں گی۔ اُسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ اینڈرسن نے اُس سے وعدہ کیا کہ بچّے کو بھی ساتھ لے جانے دے گا۔ اُس رات اس نے جُوں تُوں دونوں ماں اور بیٹے کو ایک کشتی میں لا بٹھایا اور اُسے کھے کر کنارے تک لے پہنچا مگر اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ رو کُوف اُن کا پیچھا ضرور کرے گا۔ اِس لیے وہ کشتی کو کھیتا ہوا

چڑھاؤ کی طرف لے گیا۔ وہاں ایک گاؤں ہے۔ اینڈرسن نے گاؤں والوں کی منّت سماجت کر کے انہیں سواری کا بندوبست کر دینے اور راستہ بتانے پر آمادہ کر لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ خشکی خشکی چل کر کسی بڑے شہر تک پہنچ جائے۔

مگر قُدرت کو یہ منظور نہ ہوا۔ جب روکُوف جہازیوں کو ساتھ لے کر اینڈرسن کا پیچھا کرنے نکلا اور گاؤں والوں کو یہ سُن گُن ملی کہ ایک سفید آدمی اُس کا پیچھا کر رہا ہے اور وہ اُس سے بدلہ لینا چاہتا ہے تو وہ گھبرانے لگے اور یہ سوچ کر ڈر گئے کہ اگر اُس نے آن پکڑا تو پھر اُن کا کیا بنے گا۔ وہ سب ایک دِن صُبح کو اچانک بھاگ گئے۔ اِس سے اینڈرسن کو پتا چل گیا کہ روکُوف قریب ہی ہے۔ گاؤں والوں کو اُس کی سُن گُن مل گئی، اِس لیے ساتھ چھوڑ گئے۔ بچّہ بیمار تھا۔ اینڈرسن کو عورت پر اور بھی ترس آیا۔ اُس نے ان دونوں کو ایک گھنی جھاڑی کے اندر چھُپا کر عورت کو ایک بندُوق اور کُچھ کارتوس دے دیے اور خود ایک اور راستے پر چل کھڑا ہوا تاکہ

روکُوف اُس کے پیچھے لگ لے اور عورت اور اُس کے بچّے کی جان بچ جائے۔

مگر روکُوف نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ اُس نے اُن پر گولی چلائی۔ اُس سے تو خیر کُچھ نہ بگڑا۔ ہاں اُس کے گروہ کے ایک تیر انداز کے تیر سے اینڈرسن زخمی ہو کر گِر پڑا۔ جس کے بعد روکُوف نے اُسے پکڑ لیا۔

ٹارزن نے اُس کی یہ داستان سُن کر کہا۔ "میرے دوست تم نے بھلائی کی ہے۔ میں دل سے تمہاری عزّت کرنے لگا ہوں، اب میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کسی ڈاکٹر کو دِکھاؤں تاکہ تمہارا علاج ہو سکے۔" اینڈرسن نے سر ہلا کر انکار کیا اور کہا۔ "تم آگے بڑھو اور اپنی بیوی کو اُس ظالم کے پنجے سے چھڑانے کی تدبیر کرو۔ میں تو اب جیتا مرا برابر ہوں۔ مگر مجھے لگڑ بگڑ کا لقمہ نہ بنوانا، تُم خود ہی ہلاک کر جانا۔"

ٹارزن کانپ گیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ اُس شخص کو ہلاک کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ پھر اُس کی بھَل منسائی کی وجہ سے اُس کی عزّت کرنے لگا تھا۔ اُس نے

اپنے عمل سے ثابت کیا تھا کہ وہ ٹارزن کا بہترین دوست ہے۔ وہ ایک بہترین دوست کی جان کیسے لے سکتا تھا۔

اس نے اینڈرسن کا سر اُٹھا کر اپنے بازوؤں پر رکھ لیا، تا کہ اُسے کُچھ آرام ملے۔ زخمی کو پھر کھانسی اُٹھی اور اُس کے مُنہ اور نتھنوں سے خون نکلنے لگا۔ جب کھانسی رُکی تو اُس نے آنکھیں موند لیں۔

ٹارزن سمجھا کہ مر گیا۔ پھر اچانک اینڈرسن نے آنکھیں کھول دیں، اُس سے نظر مِلائی اور بہت ہی دھیمے سے کہا:

''اچھا دوست خُدا حافظ۔''

اور پھِر اُس کی گردن ڈھلک گئی۔

وہ مر گیا

ٹارزن نے زمین تھوڑی گہرائی تک کھود کر اینڈرسن کو دبا دیا۔ اُس کے بعد وہ پھر روکُوف کو پکڑنے کے لیے چل کھڑا ہوا۔ اب اُسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ سفید عورت جین ہی ہے مگر یہ پتا نہ تھا کہ وہ صحیح راستے پر جا رہا ہے یا غلط راستے پر۔ جنگل میں بے شمار پگڈنڈیاں تھیں اور ایک ایک پگڈنڈی میں سے کئی کئی شاخیں نکل رہی تھیں۔ اُن سب پر بے شمار انسان آتے جاتے رہے تھے۔ اِس لیے سفید انسانوں کے پاؤں کے نشان مٹ گئے تھے اور سب طرف مقامی باشندوں کے قدموں اور جنگلی جانوروں کے

سُموں ہی کے نشان تھے۔

ٹارزن بڑا چکرایا مگر پھر بھی قدم آگے بڑھاتا چلا گیا۔ وہ دیکھنے کی جگہ سونگھ زیادہ رہا تھا تاکہ صحیح راستے پر رہے، مگر ہوا یہی کہ جب رات ہوئی تو پتا چلا کہ غلط راستے پر جا رہا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ اُس کے ساتھی اُس کے کھوج پر اُس کے پیچھے پیچھے آئیں گے، اِس لیے بڑی احتیاط سے ایسے کھوج چھوڑتا جا رہا تھا جِن سے فوراً پتا چل جائے۔ اکثر اُن اُنگور کی بیلوں اور جنگلی بیلوں کے پاس سے ہو کر نکلتا جو راستے کے دونوں طرف دیواروں کی طرح کھڑی تھیں، تاکہ اُن میں اُس کی بُو بس جائے اور اُس کے ساتھی سُونگھ کر معلوم کر لیں کہ وہ اِدھر سے گُزرا ہے۔

رات ہوئی تو مینہہ پڑنے لگا۔ ٹارزن صُبح تک ایک دیو جیسے درخت کے تلے رُکا رہا۔ جس سے بارش سے تھوڑا بہت بچاؤ ہو گیا۔ رات کا اندھیرا دُور ہو گیا مگر مینہہ کے تڑیرے بند نہ ہوئے۔ ایک ہفتے تک بادل چھائے رہے اور

سورج دکھائی نہ دیا۔ اتنے زوروں کی بارشیں ہوئیں اور آندھیوں کے ایسے زبردست جھکّڑ چلے کہ جو کھوج ٹارزن ڈھونڈ رہا تھا اُن میں سے بچّے کھچے کھوج بھی مِٹ گئے۔ اِس عرصے میں نہ جنگلی لوگ نظر پڑے نہ اپنے ساتھی۔ ایک تو علاقہ نیا تھا دوسرے نہ دِن کو سورج نکلا نہ رات کو چاند، اِس لیے وہاں اندازہ ہی نہ کر سکا کِدھر جا رہا ہے۔ آخر ساتویں دِن کی صُبح کو بادل چھٹے اور سورج نکلا۔ اُس وقت تک ٹارزن کی حالت پاگلوں کی سی ہو گئی تھی۔ یہ زندگی میں پہلا موقع تھا کہ وہ جنگل میں راستہ بھول گیا۔ اُسے کچھ نہ سوجھ رہا تھا کہ کِدھر جائے۔ اتنا تو معلوم تھا کہ روکُوف اینڈرسن کا پیچھا کرنے کے لیے دریا کنارے کے راستے سے ہٹ گیا تھا لیکن یہ پتا نہ چل رہا تھا کہ وہ علاقے کے اندر گھُسا چلا گیا یا اُوگامبی واپس آ گیا۔

آخر ٹارزن نے شمال مشرق کی طرف بڑھتے چلے جانے کا فیصلہ کیا تاکہ کہیں کوئی مقامی باشندہ ہاتھ لگے تو اُس سے روکُوف کا اتا پتا معلوم کرے۔

جب بارش رُکی تو اُس کے اگلے دِن وہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ اُس کے

باشندے اُسے دیکھتے ہی بستی سے بھاگ کر جنگل میں جا چھُپے۔ ٹارزن نے اُن کا پیچھا کر کے ایک نوجوان کو پکڑ لیا۔ وہ ٹارزن سے اتنا ڈرا ہوا تھا کہ مُقابلہ کرنے کی جگہ اپنے ہتھیار پھینک پھانک کر زمین پر گِر پڑا۔ اُس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں، ٹِکٹکی باندھے ہوئے ٹارزن کو گھور رہا تھا اور چیخے جا رہا تھا۔

ٹارزن نے بڑی کوشش سے اُس کا ڈر دُور کیا۔ پھر روکُوف کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگا۔ اُس نے بتایا کہ کئی دِن پہلے سفید انسانوں کی ایک ٹولی یہاں سے گُزری تھی۔ وہ کہتے تھے کہ ایک خوفناک سفید دیو ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ انہوں نے مقامی باشندوں کو بھی اُس دیو سے خبردار رہنے کی تلقین کی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے ساتھ دیوؤں کا ایک خوفناک غول بھی ہے۔ حبشی نوجوان نے اِن نشانیوں سے جو سفید انسانوں اور اُن کے ملازموں نے بتائی تھیں، ٹارزن کو پہچان لیا تھا اور اُس کا خیال تھا کہ اُس کے پیچھے پیچھے چیتوں اور گوریلوں کی شکلوں کے دیو بھی آ رہے ہوں

گے۔

ٹارزن سمجھ گیا کہ اِس علاقے میں اُس کے بارے میں ایسی باتیں پھیلا کر روکُوف اُس کے راستے میں روڑے اٹکانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مقامی باشندے اُسے دیو یا کوئی بد روح سمجھنے لگیں گے تو اُس کے دُشمن ہو جائیں گے۔

اس نوجوان نے ٹارزن کو یہ بھی بتایا کہ سفید سردار نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم سفید دیو کو مار ڈالیں تو وہ بڑا بھاری انعام دے گا۔ ہم لوگ سوچ بیٹھے تھے کہ اگر موقع مل جائے تو یہ انعام حاصل کریں مگر تُم کو دیکھتے ہی سب کے ہوش جاتے رہے۔

جب اُس نوجوان نے یہ دیکھا کہ سفید دیو نے اُسے کُچھ بھی نہیں کہا تو اُس کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ ٹارزن کے کہنے پر وہ اُسے ساتھ لے کر گاؤں پہنچا اور اپنے آدمیوں سے چلّا چلّا کر کہا کہ سفید دیو نے وعدہ کیا ہے کہ اگر تُم لوگ بھاگو نہیں اور جو کُچھ وہ پوچھتا ہے وہ بتا دو تو تمہیں کچھ نہ کہے گا۔

سب سے پہلے گاؤں کا سردار گاؤں میں واپس آیا۔ ٹارزن نے اُس سے فوراً بات چیت شروع کر دی۔ یہ شخص ٹھنگنے قد اور گٹھے ہوئے جسم کا تھا۔ شکل ایسی بُری کہ دیکھے سے گِھن آتی تھی اور بازو گوریلوں جیسے لمبے لمبے تھے۔

ٹارزن نے اس سے روکوف کے بارے میں کُرید کُرید کر پوچھا اور اُس نے جو کُچھ بیان کیا اُس سے یہ نتیجہ نکالا کہ روکوف اور اُس کی ٹولی ڈر کر پرلے مشرقی ساحل کی طرف بھاگ رہی ہے۔ اُس کے ملازم اُس کا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اور وہ جنگل میں اکیلا پھِر رہا ہے۔ سردار نے اُسے انکار کیا کہ روکوف کے ساتھ ایک سفید عورت اور بچّہ بھی تھا۔ مگر ٹارزن اُس کے بات کرنے کے ڈھنگ سے تاڑ گیا کہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اُس نے سردار سے الفاظ بدل بدل کر یہ سوال کئی مرتبہ کیا مگر وہ بڑا عیّار تھا۔ اُس نے اِس بات کا اقرار نہ کیا کہ روکوف کے ساتھ ایک عورت اور بچّہ بھی تھا۔

ٹارزن کو یقین ہو گیا کہ اِن لوگوں کو روکوف کا ٹھکانا بھی معلوم ہے اور یہ

بھی پتا ہے کہ جین اور جیک پر کیا گزری ہے، مگر مجھے بتا نہیں رہے ہیں۔ اُس نے یہ ٹھان لی کہ رات کو یہیں رہے گا۔ شاید کوئی پتے کی بات معلوم ہو جائے۔

جب اُس نے سردار پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ خوش ہو گیا اور گاؤں کی بہترین جھونپڑی اُس کے لیے خالی کرانے پر تیّار ہو گیا۔

اگر ٹارزن کو حبشی نوجوان کی بتائی ہوئی یہ بات یاد ہوتی کہ اُسے ہلاک کرنے والوں کو بھاری انعام دینے کا وعدہ کیا گیا ہے تو وہ سردار کی آؤ بھگت کی وجہ فوراً سمجھ جاتا۔

سردار چاہتا تھا کہ سفید دیو اُسی کی جھونپڑی میں سوئے تاکہ انعام حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ وہ ٹارزن سے بار بار کہنے لگا کہ آپ اتنے لمبے سفر سے یقیناً بہت تھک گئے ہوں گے، اِس لیے میری جھونپڑی میں جا کر آرام کیجیے۔

اِدھر ٹارزن نے وہ رات یہاں گزارنے کا فیصلہ اس لیے کیا تھا کہ قبیلے کے

کسی نوجوان کو پرچا کر اپنے پاس بٹھالے گا اور باتوں باتوں میں اُس سے کوئی راز معلوم کر لے گا۔ اُس نے سردار سے کہا کہ میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ میں آپ کے قبیلے کے کسی نوجوان کی جھونپڑی میں رات گزار لُوں گا۔

سردار نے زیادہ سر ہونا مناسب نہ سمجھا اور ٹارزن کو اُسی وقت ایک شخص کی جھونپڑی میں پہنچا دیا جو گاؤں کے دروازے کے قریب بنی ہوئی تھی۔ اُس رات شکار سے واپس آئے ہوئے شکاری کی آؤ بھگت کے لیے ناچ ہونا تھا، اِس لئے لوگ اُس میں شریک ہونے کے لیے ٹارزن کو جھونپڑی میں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے لیکن اُس میں ہو کچھ اور ہی رہا تھا۔

سردار نے ٹارزن کو جھونپڑی میں پہنچوانے کے بعد اُن جوانوں کو اپنے پاس بلایا جنہیں ٹارزن کو قتل کرنے کے لیے چُنا تھا۔

ان جوانوں میں سے کوئی بھی یہ کام کرنے پر تیّار نہ تھا۔ وہ اس عجیب سفید دیو کو کوئی بدرُوح سمجھ رہے تھے اور اُس سے بہت ڈرے ہوئے تھے۔ مگر

قبیلے کے سردار کا ہر لفظ قبیلے والوں کے لیے قانون ہوتا ہے، اس لیے کوئی انکار نہ کر سکا۔

گاؤں میں ناچ کا غُل غپاڑا ہو رہا تھا پھر بھی ٹارزن کی آنکھ لگ گئی۔ مگر وہ گھٹنے دو گھنٹے ہی سویا ہو گا کہ کسی کے دبے پاؤں جھونپڑی کے اندر داخل ہونے سے اُس کی آنکھ کھُل گئی۔ کوئی اندھیرے میں آواز کیے بغیر آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس نے سوچا، یہ اُن نوجوانوں میں سے تو کوئی ہے نہیں، جنہیں آج رات یہاں سونا ہے۔ باہر سے ناچنے والوں کے نعروں اور ڈھولوں کی آوازیں آ رہی تھیں جس سے ظاہر تھا کہ ناچ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اُس نے خود سے پُوچھا، تو پھِر یہ اور کون ہے جو اِس طرح چھُپ کر آ رہا ہے۔

جب آنے والا اس کے اتنے قریب آ گیا کہ اُس کی پکڑ میں آ سکے تو وُہ اُچھل کر جھونپڑی کے پرلے سِرے پر پہنچا اور نیزہ تان لیا۔

”چُپ چُپ۔“ ایک بوڑھی بھرّائی ہوئی آواز آئی۔ ”میں ہوں تمبوزا۔

قبیلے کے سردار کی بیوی۔"

ٹارزن نے پُوچھا۔ "تمبوزا گوریلوں کے ٹارزن سے کیا چاہتی ہے؟"

تمبوزا کہنے لگی۔ "میں تمہیں خبردار کرنے آئی ہوں۔"

"کاہے سے؟"

"سردار اُن نوجوانوں سے باتیں کر رہا تھا جنہیں اِس جھونپڑی میں تمہارے ساتھ سونا ہے۔ میں نے وہ باتیں سُن لی ہیں۔ وہ تمہیں قتل کروانا چاہتا ہے۔ جب صُبح ہونے لگے گی، اُس وقت وہ یہاں آئیں گے۔ اگر تُم جاگتے ہوئے تو وہ یہ بہانہ کر دیں گے کہ ہم سونے کے لیے آ گئے ہیں، لیکن اگر تُم سوتے ہوئے تو تمہیں قتل کر دیں گے۔ سردار کا یہی حکم ہے۔ اگر تُم سوتے نہ ہوئے تو وہ تمہارے پاس بیٹھے تمہارے سو جانے کا انتظار کرتے رہیں گے اور جُونہی تمہاری آنکھ لگے گی تم پر ٹُوٹ پڑیں گے۔ سردار نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ تم کو قتل کر کے سفید آدمی سے انعام حاصل کرے گا۔"

”میں انعام والی بات بھول گیا تھا۔“ ٹارزن نے خود سے کہا۔ پھر بُڑھیا سے بولا۔ ”مگر وہ سفید آدمی جو مجھے قتل کرانا چاہتا ہے، اِس علاقے سے جا چکا ہے۔ اب سردار اُس سے انعام کیسے حاصل کرے گا؟ وہ تو اِس وقت خبر نہیں کہاں ہو گا؟“

”وہ کہیں نہیں گیا ہے۔“ تمبوزا بولی۔ ”سردار کو وہ جگہ معلوم ہے جہاں اُس نے پڑاؤ ڈال رکھا ہے۔ وہ اپنے آدمی دَوڑا دے گا۔ وہ لوگ بہت تیز دوڑتے ہیں۔“

”وہ جگہ کہاں ہے جہاں اس سفید آدمی کا پڑاؤ ہے؟“

”کیا تم اُس تک پہنچنا چاہتے ہو؟“

”ہاں۔“ ٹارزن نے سر ہلایا۔

”میں ایسا پتا نہیں بتا سکتی جس پر تُم خود اُس کو جا پکڑو، ہاں اپنے ساتھ لے جا کر وہ جگہ دِکھا سکتی ہوں۔“

ٹارزن نے کہا۔ ”مگر یہ تو بتاؤ تُم میرے اُوپر اتنی مہربان کیسے ہو گئیں؟“

بُڑھیا بولی۔ ”میں بوڑھی ہو گئی ہوں۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی ہوں۔ سوچتی ہوں، مرنے سے پہلے کوئی نیک کام کر جاؤں۔“

یہ دونوں باتوں میں اس قدر کھوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے اُس بچّے کو نہ دیکھا جو اندھیرے میں جھونپڑی کے اندر گھُس آیا تھا۔ اِسی طرح جب وہ چُپکے سے باہر کھِسک گیا تو اُس وقت بھی نہ دیکھا۔

یہ بچّہ بُووَلاوٗ تھا جو سردار کی ایک دوسری بیوی کا بیٹا تھا جو اپنی ماں کے پٹّی پڑھانے کی وجہ سے تمبوزا سے جلتا تھا اور ہر وقت ایسے واقعے ڈھونڈتا رہتا تھا کہ اُس کی جاسُوسی کر سکے تاکہ باپ سے سوتیلی ماں کی شکائتیں لگائے۔

ٹارزن نے تمبوزا سے کہا۔ ”تو پھِر مجُھے لے چلو اُس جگہ۔ ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔“

یہ بات بُووَلاوٗ کے کان میں نہیں پڑی کیونکہ وہ اُس وقت سرپٹ بھاگا ہوا

اپنے باپ کے پاس جا رہا تھا۔ اُس نے جا کر سردار کو سب کُچھ بتا دیا۔

جس وقت ٹارزن اور تمبوزا اندھیرے میں جنگل کے اندر داخل ہوئے، ٹھیک اُسی وقت سردار کے دو آدمی بھی ایک اور راستے سے اُس مقام کی طرف روانہ ہوگئے جہاں پر روکُوف نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ وہ دونوں بہت تیز دوڑنے والے نوجوان تھے۔

ٹارزن اور تمبوزا گاؤں سے دُور نکل آئے تھے اور اب اونچی آواز میں باتیں کرنے میں کوئی حرج نہ تھا۔

ٹارزن نے بوڑھی عورت سے پوچھا کہ اِس وقت سفید انسان کے ساتھ کوئی سفید عورت اور سفید بچّہ بھی دیکھا ہے۔ "ہاں۔" اُس نے جواب دیا۔ "اس کے ساتھ ایک سفید عورت تھی اور ایک سفید بچّہ بھی تھا، وہ ہمارے گاؤں میں پہنچ کر مر گیا۔ بُخار سے مرا۔ اُسے یہیں دفن کر دیا گیا۔

روکُوف کے قبضے میں

جین کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اگرچہ یہ بچّہ اُس کا نہیں تھا، پھر بھی اُسے اُس کی موت کا بہت دُکھ تھا۔ یہ بات اُس کو اُس وقت معلوم ہوئی تھی جب رات کے اندھیرے میں روکُوف کے جہاز سے فرار کے بعد صُبح کو اُس کا منہ دیکھا۔ وہ ایک دم چیخ اُٹھی تھی کہ یہ بچّہ میرا نہیں ہے۔ اینڈرسن اس بچّے کو میرا بچّہ سمجھ کر اُٹھا لایا ہے۔

اس نے گھبرا کر اینڈرسن سے کہا تھا۔ ”میرا بچّہ جہاز پر ہی رہ گیا ہے۔ ہمیں

واپس چلنا چاہیے۔"

مگر اینڈرسن نے جواب دیا۔ "جہاز پر اور کوئی بچّہ نہیں ہے۔ واپس جانے سے کچھ حاصل نہیں۔ روکُوف ہمیں مار ڈالے گا۔"

جین خاموش ہو رہی تھی۔ وہ اُس بچّے کو اپنے بچّے کی طرح پالتی پوستی رہی۔ مگر یہ بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی کہ اُس کے بچّے کی جگہ یہ بچّہ کیسے آ گیا۔ روکُوف کے خاص آدمی پال وِچ نے اُسے بتایا تھا کہ اُس کا بچّہ بھی اُسی جہاز پر ہے۔ جین نے اُس کی منّتیں کی تھیں کہ اُسے ایک نظر دِکھا دے مگر پال وِچ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ یہ بات اُس کی سمجھ میں آگے چل کر آئی کہ اُس نے بچّے کو دِکھانے سے کیوں انکار کیا تھا۔ وہ دیکھتے ہی کہہ دیتی کہ یہ اُس کا بچّہ نہیں ہے۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ پال وِچ کوئی چال چل گیا ہے۔ وہی اُس بچّے کو جہاز پر لایا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ بچّہ جین کا نہیں، مگر روکُوف یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ ٹارزن کا بیٹا جیک ہے۔ پال وِچ نے اپنے آقا کو دھوکہ دیا تھا۔ اُس نے بچّے ادل بدل کر دیے تھے تاکہ جب روکُوف

ٹارزن سے انتقام لے چُکے تو وہ اصلی بچّے کو اُس کے خاندان کے حوالے کر کے اُس سے روپیہ اینٹھ سکے۔

جین کو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ اُس کا بچّہ کہاں ہے۔ مگر وہ بے بس تھی۔ اُس کے فکر کرنے سے کیا بنتا۔

جب وہ ایک کشتی میں بیٹھ کر بھاگ رہی تھی تو وہ وقت بچّے کو ڈھونڈنے کا نہیں بلکہ اپنی جان بچانے کا تھا۔ اِس لیے کلیجے پر پتھّر رکھ کر چُپ ہو رہی تھی۔

جب اینڈرسن نے اُسے خشکی پر اُتارا تھا تو جنگل میں اُس بچّے کو ساتھ ساتھ لیے پھری تھی۔ پھر معلوم ہوا کہ روکُوف اُن کا پیچھا کر رہا ہے، پھر جب روکُوف نے اُن کو آن لیا تھا، تو اینڈرسن اُسے ایک جھاڑی میں چھُپا کر ایک بندوق اور کُچھ کارتوس دے کر ایک طرف نکل گیا تھا۔ بچہ پچھلے ایک دو دِن سے بیمار تھا۔ وہ اس پر ترس کھا کر پاس کے ایک گاؤں میں جا پہنچی تا کہ اُس کا علاج کرا سکے۔ گاؤں کی عورتوں نے اُس سے ہمدردی

ظاہر کی تھی اور بچّے کی دوادارو میں کوئی کسر نہیں کی تھی۔ مگر بچّہ چند گھنٹے بعد مر گیا۔

جین کو بچّے کی موت کا بڑا غم ہوا تھا، اور ابھی وہ یہ غم دُور نہ ہوا تھا کہ روکُوف گاؤں میں آ پہنچا تھا۔ اُس وقت بچّے کی لاش ایک کپڑے میں لپٹی ہوئی جین کی گود میں تھی۔

روکُوف یہ سمجھا کہ بچّہ سو رہا ہے۔ اُس نے کہا تھا۔ "تُم نے بے کار تکلیف اُٹھائی۔ میں خُود اُس کو اِسی گاؤں میں پہنچاتا، اِس گاؤں میں آدم خور بستے ہیں۔ میں فیصلہ کر چُکا ہوں کہ تمہارے بچّے کو آدم خوروں کے حوالے کر دوں گا۔ خیر، میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ یہ کام تُم نے کر دیا۔ اب تُم اِسے میرے حوالے کر دو تاکہ میں اُسے آدم خور ماں باپ کو دے دُوں۔" جین نے بغیر کُچھ کہے بچّے کو اُس کے حوالے کر دیا اور جب روکُوف نے بچّے کے مُنہ پر سے کپڑا ہٹایا تو سمجھ گیا کہ جین نے یہ حرکت کیوں کی ہے۔ اُس نے بچّے کو اُس کی گود میں پھینک دیا اور پیر پٹخنے لگا۔

کبھی گالیاں اور کوسنے دیتا۔ کبھی ہاتھوں کی مٹھیاں باندھ کر ہوا میں مکّے مارتا۔ پھر جین سے بولا۔ ”تو دِل میں مُجھ پر ہنس رہی ہے کہ میری تدبیر کا توڑ کر دیا ہے۔ میں تُجھے بتاؤں گا تُو نے مُجھے بچّے پر قبضہ نہیں کرنے دیا تا کہ میں اُسے کسی آدم خور کے حوالے کر سکوں۔ مگر تُو تو میرے قبضے میں ہے۔ اب میں تُجھے کسی آدم خور کے حوالے کر دوں گا۔“

اُس کا خیال تھا کہ یہ بات سُن کر جین پر دہشت چھا جائے گی مگر جین کا دماغ سُن ہو چکا تھا، اُس پر کسی تکلیف کا اثر نہ ہوتا تھا۔ رو کُوف یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جین خوش ہے اور مُسکرا بھی رہی ہے۔ اُسے جس بات کی خوشی تھی رو کُوف کو اُس کا عِلم نہیں تھا۔ جین اِس لیے مُسکرا رہی تھی کہ یہ لاش اُس کے بچّے کی نہیں ہے۔ اُس کا دل چاہا کہ یہ بات رو کُوف پر ظاہر کر کے اُس کے دل میں نشتر چبھوئے مگر اِس خیال سے باز رہی کہ اگر اُس کو ابھی بات معلوم نہ ہو گی تو اُس کا بچّہ محفوظ رہے گا۔

رو کُوف کی دھمکیوں سے وہ ڈری نہیں تھی، اُسے معلوم تھا کہ یہ ظالم جو

کچھ کہہ رہا ہے اُس پر ضرور عمل کرے گا۔ اُس نے ٹھان لی کہ وہ اپنی جان دے دے گی۔ اُس کا شوہر مر چُکا تھا۔ وہ مرد بھی خبر نہیں کِدھر نکل گیا تھا جس نے اس کی جان بچانے کی کوشش کی تھی۔ اب اس کا دنیا میں تھا کون۔ ایسی زندگی سے مر جانا ہی بہتر ہے۔

اس نے روکُوف کو دھتکارا۔ ”جا چلا جا، میرے سامنے سے۔ ظالم انسان میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے جو تُو مُجھے اِس طرح تکلیفیں دے رہا ہے؟“

روکُوف نے کہا۔ ”میں تکرار نہیں کرنا چاہتا۔ میں اِس بچّے کو یہیں دفن کر دوں گا اور تُجھے اپنے ساتھ اپنے پڑاؤ میں لے جاؤں گا۔ کل تُجھے اِس گاؤں میں لا کر آدم خور قبیلے کے سردار کے حوالے کر دُوں گا۔ وہ تُجھ سے شادی کرے گا۔ ہاہاہا۔۔۔۔“

یہ کہہ کر اُس نے بچّے کو جین سے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر جین نے اُسے دُھتکار دیا۔ ”میں اِسے خود دفن کروں گی۔ کسی آدمی کو گاؤں کے باہر قبر کھودنے کے لیے بھیج دو۔“

روکُوف اپنے پڑاؤ پہنچنے کی جلدی میں تھا، اُس نے گاؤں کے باہر ایک درخت کے تلے قبر کھدوادی۔ جین نے بچّے کو کپڑے میں لپیٹ کر قبر میں اُتار دیا اور روکُوف کے ساتھ ہولی۔

جب روکُوف جین کو ساتھ لے کر اپنے پڑاؤ میں پہنچا تو وہاں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ جین نے روکُوف کی باتوں سے اندازہ کیا کہ اُس کے اور آدمی بھاگ گئے ہیں اور اپنے ساتھ بہت سی خوراک اور ہتھیار بھی لے گئے ہیں۔

روکُوف اُن آدمیوں پر گرجتا برستا رہا جو بھاگنے والوں کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ اُس نے اُنہیں جی کھول کر گالیاں دیں اور بار بار دانت پیستے ہوئے مارنے کو لپکا۔ جب وہ بکتے بکتے تھک گیا تو اُس جگہ آیا جہاں جین کھڑی تھی۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر اپنے خیمے میں لے گیا۔

روکُوف کی کمر میں جو پیٹی بندھی ہوئی تھی اُس میں ایک بڑا سا پستول لٹکا ہوا تھا۔ جین کی نظریں اُس پر پڑ چکی تھیں۔ اُس نے ٹھان لی کہ یہ پستول

روکُوف سے جھپٹ کر رہے گی۔

وہ ایسی بن گئی تھی جیسے ہوش میں نہیں ہے۔ مگر مِچی مِچی آنکھوں سے اُس پستول کو برابر دیکھے جارہی تھی اور موقع کی تلاش میں تھی کہ روکُوف کی توجّہ اور طرف ہو تو اُسے پیٹی میں سے جھٹک لے۔ اچانک خیمے کے دروازے پر کھٹکا ہوا۔ روکُوف نے فوراًاُدھر دیکھا۔ پستول کا دستہ جین کے ہاتھ سے صرف اِنچ بھر دور تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر پستول نکال لیا۔

وہ چاہتی تو فوراًاس پر گولی چلادیتی مگر اُس نے اِس لیے فائر نہ کیا کہ آواز ہو گی تو لوگ آجائیں گے اور اُس کو فوراً پکڑ لیں گے۔ وہ اُن آدمیوں کے ہاتھوں میں پڑ جائے گی اور پھر وہی مثل ہو گی کہ آسمان سے گِرا، کھجور میں اٹکا۔ جین نے ایک دم پستول کا دستہ پوری طاقت سے اس کے چہرے پر آنکھوں کے درمیان مارا جس سے وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گِر پڑا۔ جین کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اب وہ آزاد تھی۔

خیمے کے باہر پھر وہی کھٹکا ہوا جِسے سُن کر روکُوف مُڑا تھا۔

وہ تیزی سے قدم بڑھا کر اُس میز کے قریب پہنچی، جس پر لیمپ رکھا ہوا تھا اور اُسے جلدی سے پھُونک مار کر بُجھا دیا۔

خیمے میں گھُپ اندھیرا ہو گیا۔ جین ایک لمحے کے لیے یوں کھڑی ہو گئی جیسے وہ کوئی بُت ہے۔ وہ اپنے حواس جمع کر رہی تھی تا کہ ان مُوذیوں سے چھُٹکارا پانے کی کوئی ترکیب سوچ سکے۔

رو کُوف کا خیمہ جس جگہ تھا وہ پڑاؤ کے بیچوں بیچ تھی۔ اُس کے ارد گرد اُس کے ساتھیوں کے خیمے تھے۔

جین نے سوچا کہ اُن کے بیچ میں سے راستہ نکالنا مشکل کام ہے۔ ہر قدم پر دیکھ لیے جانے کا اندیشہ ہے اور جو دیکھے گا فوراً سمجھ جائے گا کہ بھاگ رہی ہے، اِس لیے پکڑنے کی کوشش کرے گا۔ مگر اِس کے سوا چارہ نہ تھا کہ وہ انھی خیموں کے درمیان سے گُزرے۔

اس نے اللہ کا نام لے کر اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ اندھیرے میں ٹٹولتی ہوئی آگے بڑھی اور خیمے کی دیوار تک پہنچ گئی۔ اُس کے تھَر تھَر کانپتے ہوئے

ہاتھوں نے دیوار کو جلدی جلدی ٹٹولا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اُس میں کہیں کوئی درز یا چوڑا سا کوئی سوراخ بھی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ نہیں ہے۔

اس نے دانت پیستے ہوئے دِل میں کہا، اگر نہیں ہے تو میں بناؤں گی۔

اُسے یاد آیا کہ روکُوف کی پیٹی میں ایک لمبا سا شکاری چاقُو اُڑسا ہوا ہے۔ وہ فوراً شیرنی کی طرح جست لگا کر اُس جگہ پہنچ گئی جہاں روکُوف پڑا تھا۔ اُس نے ہاتھ بڑھایا اور اُس کی انگلیاں اگلے ہی لمحے چاقو کے دستے پر پہنچ گئیں۔ اُس نے فوراً چاقو کھینچ لیا اور خیمے کی دیوار کی طرف پلٹی۔ دو تین لمحوں کے اندر اندر اُس نے دیوار کے کپڑے کو چاقو سے پھاڑ کر ایک بڑا سا موکھا بنا دیا۔ اُس موکھے سے وہ دوسری طرف پھاند گئی۔

باہر نکلنے کے بعد اُس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ پڑاؤ کے سب لوگ سو رہے تھے۔ جین کے دل میں یہ دُبدا تھی کہ اگر پڑاؤ کے لوگ جاگتے ہوئے تو وہ اسے فوراً پکڑ لیں گے اِس

لیے انہیں غافل پا کر اُسے بڑا اطمینان ہوا۔

راستے میں وہ چھوٹی چھوٹی چھولداریاں آئیں جن میں حبشی ملازم سو رہے تھے۔ وہ اُن کے درمیان سے دبے پاؤں چلتی ہوئی گُزر گئی اور پڑاؤ کے احاطے کی دیوار تک پہنچ گئی۔

پڑاؤ کے باہر جنگل میں شیر دہاڑ رہے تھے۔ لگڑ بگڑوں کی دہشت ناک آوازیں گُونج رہی تھیں اور آدھی رات کے وقت ایک گھنے جنگل میں حیوانات اور کیڑے مکوڑوں کی جو آوازیں سُنائی دیا کرتی ہیں وہ سب بھی سُنائی دے رہی تھیں۔ وہ ایک لمحے کے لیے رُکی۔ اُس کا جسم سر سے پاؤں تک تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اندھیری رات میں جنگلی درندوں کے ہتّھے چڑھ جانے کے خوف سے اُس کا پِتّا پانی ہوا جا رہا تھا۔

پھر اچانک اُسے اپنے اُس ننھے بچّے کا خیال آیا جس کا اِس دنیا میں اُس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔

اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے پَل بھر میں اُسے فولاد کا بنا دیا ہے۔ اب

اُسے نہ رات کے اندھیرے کا ڈر تھا، نہ جنگلی درِندوں کا خوف۔ اُس نے گردن اکڑا کر سر کو ایک جھٹکا دیا اور پڑاؤ کے احاطے کی دیوار میں موکھا بنانے پر پِل پڑی۔

اس دیوار پر لمبے نکیلے کانٹے بچھائے گئے تھے تاکہ جنگلی جانور نہ پھلانگ سکیں۔ موکھا بنانے کی کوشش میں جین کے ہاتھ لہولہان ہو گئے۔

مگر اُس نے ہاتھ زخمی ہونے کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اُس کا سانس بھی پھول گیا تھا۔ مگر دم لینے کی فرصت کہاں تھی۔ ایک ایک پَل قیمتی تھا۔ وہ برابر اپنا کام کرتی چلی گئی، یہاں تک کہ دیوار میں اِتنا چوڑا موکھا بن گیا جس میں سے اُس کا جسم باہر نکل سکتا تھا۔ وہ اُس میں سے دب دبا کر باہر نکل گئی۔

تمبوزا ٹارزن کے ساتھ جنگل کی بَل کھاتی ہوئی پگڈنڈی پر بہت آہستہ آہستہ چل رہی تھی، کیونکہ عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ تیز نہ چل سکتی تھی۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آدم خور سردار کے بھیجے ہوئے آدمی ٹارزن سے پہلے

روکُوف کے پڑاؤ میں پہنچ گئے مگر انہوں نے دیکھا کہ وہاں تو تراہ مچی ہوئی ہے۔ روکُوف نے ہوش میں آنے کے بعد جب یہ دیکھا کہ جین بھاگ نکلی ہے تو اُس کا غصّے کے مارے بُرا حال ہو گیا۔ اُس نے حبشی ملازموں کو گولی مارنی چاہی جنہوں نے اپنی غفلت کی وجہ سے اُسے نکل جانے دیا تھا مگر سفید انسانوں نے اُس سے بندوق چھین لی۔ روکُوف کی زیادتیوں کی وجہ سے پہلے ہی بہت سے ملازم بھاگ گئے تھے جس سے اُن کو مُشکلیں پیش آرہی تھیں۔

ابھی سردار کے آدمی اپنے آقا کا پیغام پوری طرح پہنچانے بھی نہ پائے تھے کہ اُس کے اور آدمی پہنچے۔ وہ جنگل میں سے انتہائی تیز رفتار سے گزر کر آئے تھے اور بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ وہ دوڑ کر الاؤ کے پاس پہنچے اور چیخنے لگے کہ سفید دیو سردار کی قید سے نکل بھاگا ہے اور اپنے دُشمنوں سے بدلہ لینے کے لیے اِدھر کارُخ کر رہا ہے۔

پڑاؤ میں اُسی دم ابتری پھیل گئی۔ حبشی ملازموں کی تو اُس سفید دیو کے

خیال ہی سے جان نکلنے لگی۔ وہ سب ٹارزن کے خوف سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور کام کی جو چیز ہاتھ لگی وہ بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ یوں روکُوف اور اُس کے ساتھ سفید ملّاح جنگل میں بے یار و مددگار رہ گئے۔

روکُوف نے اپنی عادت کے مطابق اپنے سفید ساتھیوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اور جو مُصیبت نازل ہو گئی تھی اُس کا سارا الزام اُن کے سر دھرا۔ وہ پہلے ہی اُس سے بے زار تھے۔ اُن میں سے ایک نے پستول نکال کر اُس پر فائر کر دیا۔ گولی نشانے پر نہیں لگی، اِس لیے روکُوف مرا نہیں مگر وہ اتنا دہشت زدہ ہوا کہ بھاگ کر اپنے خیمے میں گھُس گیا۔ جب وہ بھاگ رہا تھا، تو اس وقت اُس کی نظر، پڑاؤ کے پرے جنگل پر پڑی۔ اُسے جو کُچھ دکھائی دیا اُس سے اُس کا خُون رگوں میں جمنے لگا۔ ایک ننگ دھڑنگ سفید انسان جھاڑیوں سے نکل کر پڑاؤ کا رُخ کر رہا تھا۔ روکُوف اپنے خیمے کے اندر گھُسنے کے بعد وہاں رُکا نہیں بلکہ دوڑتا ہوا اُس کی پچھلی دیوار تک پہنچ گیا اور جین نے کپڑا اپھاڑ کر جو موکھا بنایا تھا، اُس میں سے باہر

کُود گیا۔ اِس وقت اُس کی حالت اُس خرگوش کی سی تھی جس کے پیچھے شکاری لگے ہوئے ہوں۔ وہ پڑاؤ کے احاطے کی دیوار کے اُس موکھے سے باہر نکل گیا جس سے جین نکلی تھی اور پھر جنگل میں غائب ہو گیا۔

جب ٹارزن پڑاؤ کے اندر گھُسا تو ساتوں ملّاح اُسے پہچان کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ٹارزن نے دیکھا کہ روکُوف اُن میں نہیں ہے، اِس لیے اُنہیں جانے دیا۔

جب وہ روکُوف کے خیمے پر پہنچا تو اُس کی اور جین کی بُو سُونگھ کر معلوم کر لیا کہ دونوں اُدھر سے بھاگے ہیں۔ وہ اُن کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

موت اور زندگی

جین ایک تنگ سی پگڈنڈی پر بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اُس کا خوف اور دہشت سے بُرا حال ہو رہا تھا کیونکہ یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ خبر نہیں کب اندھیرے جنگل میں سے کوئی درندہ یا آدم خور انسان نکل کر پھاڑ کھائے۔ اُسے کِسی ایسی پگڈنڈی کی تلاش تھی جس سے وہ سمندر کے کنارے پہنچ جائے۔

اچانک وہ اُس جگہ پر جا نکلی جہاں اینڈرسن نے اُسے جھاڑی میں چھُپا کر

بندُوق اور کُچھ کارتوس اُس کے حوالے کیے تھے۔ اُسے فوراً خیال آیا کہ وہ بندوق اور کارتوس یہیں چھوڑ گئی تھی، وہ پستول جو اُس نے رو کُوف سے چھینا تھا، اُس وقت اُس کے ہاتھ میں تھا مگر اُس میں زیادہ سے زیادہ چھ ہی کارتُوس تھے جو سمندر کے کنارے تک کے لمبے سفر میں حفاظت کے لیے کافی نہیں تھے۔

اس نے جھاڑی کے اندر ہاتھ ڈال کر ٹٹولا، بندوق اور کارتوس وہاں اُسی طرح رکھے ہوئے تھے۔ اُس نے کارتوسوں کی پیٹی خوشی خوشی کندھے پر چڑھالی اور بندوق ہاتھ میں تھام کر یہ سوچتی ہوئی آگے بڑھی کہ اب کوئی اس کا کُچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اس رات وہ ایک درخت پر سوئی۔ اگلے دِن صُبح ہی پھِر چل پڑی۔ تیسرے پہر کو جنگل میں وہ ایک ایسی جگہ سے گُزر رہی تھی جہاں درخت کاٹ کر زمین کو صاف کر دیا گیا تھا کہ سامنے سے ایک گوریلے کو آتے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

وہ فوراً اُس رُخ پر آ گئی جدھر سے ہوا پر اُس کی بُو گوریلے کے نتھنوں میں نہ پہنچ سکتی تھی اور ایک گھنی جھاڑی میں چھُپ کر دیکھنے لگی کہ گوریلا کِدھر جاتا ہے۔ اُس نے بندوق گوریلے پر تان رکھی تھی۔ گوریلا آہستہ آہستہ چلتا ہوا درخت کٹی ہوئی جگہ میں آیا۔ وہ بار بار زمین کو اِس طرح سُونگھ رہا تھا جیسے کسی کی بُو پر اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ ابھی وہ مُشکل سے دس بارہ قدم آگے بڑھا ہو گا کہ ایک گوریلا جنگل میں سے نکل کر اُس کے پیچھے ہو لیا اور پھر ایک اور آ گیا اور اُس کے بعد ایک اور آیا، یہاں تک کہ وہ پانچ ہو گئے۔ جین بہت ڈری۔ اُس نے پانچوں پر بندوق تان رکھی تھی مگر دل سے یہ دُعا کر رہی تھی کہ یہ بلائیں یہاں سے جلد سے جلد ٹل جائیں۔

مگر گوریلے درخت کٹی جگہ میں رُک کر کھڑے ہو گئے اور گردنیں موڑ موڑ کر پیچھے کی طرف دیکھنے لگے جیسے اور گوریلوں کے آنے کی راہ دیکھ رہے ہیں۔

گوریلے مُڑ مُڑ کر جنگل کے سِرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جین نے بھی

یہ معلوم کرنے کے لیے اُدھر دیکھا کہ انہیں کِس کا انتظار ہے۔ وہ یہ سمجھی
کہ کوئی اِن کا پیچھا کر رہا ہے اور جب جنگل میں سے ایک چیتا نکلا تو گوریلوں
اور چیتے کی لڑائی کا تماشا دیکھنے کے لیے وہ تن کر بیٹھ گئی۔ مگر اُسے یہ دیکھ کر
بڑی حیرت ہوئی کہ نہ چیتے نے گوریلوں پر حملہ کیا، نہ گوریلے اُس سے
لڑے بھڑے۔ وہ آپس میں دوستوں کی طرح پیش آئے اور چیتا بڑے
اطمینان سے گوریلوں کے درمیان اُکڑوں بیٹھ گیا۔

جین کو شُبہ ہونے لگا کہ وہ پاگل ہو گئی ہے۔ بھلا چیتے اور گوریلے آپس میں
دوستی کس طرح کر سکتے ہیں۔ مگر اگلے لمحے اُس نے دیکھا کہ ایک لمبا تڑنگا
مضبوط جسم کا کالا انسان بھی جنگل سے نکل کر اُن حیوانوں میں آ بیٹھا۔

جین کو یقین تھا کہ کوئی دم جاتا ہے یہ حیوان اُسے چیرنا پھاڑنا شروع کر دیں
گے۔ اِسی لیے وہ اُٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اُس نے بندوق کندھے تک لا
کر حیوانوں کو نشانہ بنا لیا تھا تاکہ اُس انسان کی جان بچا سکے۔ مگر اُس نے
بڑی حیرت سے دیکھا کہ وہ انسان اُن حیوانوں سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ سچ

مچ انہیں ہدایتیں دے رہا تھا، جیسے افسر اپنے ماتحتوں کو حکم دیتا ہے۔ چند لمحے بعد آدمی، گوریلے اور چیتا سب اُٹھے اور جنگل کے اندر گھُس گئے۔

یہ دیکھ کر پہلے تو جین کا اُوپر کا سانس اُوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا پھر اُس نے خود سے کہا کہ چلو بلا ٹل گئی اور اگلے لمحے وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

اُس سے آدھے میل پیچھے روکُوف بھی اُس پگڈنڈی پر چلا آ رہا تھا۔ اُس حیوانی غول کو دیکھ کر اُس کا خون رگوں میں جمنے لگا اور وہ قریب کے ایک ٹیلے کے پیچھے دبک گیا۔ اُس نے پہچان لیا تھا کہ یہ ٹارزن کے ساتھی ہیں۔ اِس لیے اُن کے وہاں سے گُزرتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ جب جین اُس دریا کے کنارے پہنچی جس سے وہ سمندر تک پہنچ کر جان بچانے کی اُمید باندھے ہوئے تھی تو اُس وقت روکُوف اُس سے تھوڑی ہی دُور تھا۔

دریا کے کنارے ایک بڑی ساری کشتی قریب کے ایک درخت سے خوب کَس کر باندھی گئی تھی۔ جین نے یہ کشتی دیکھی تو سوچا کہ اگر وہ اِسے کھول کر چلا سکے تو سواری کا مسئلہ حل ہو جائے۔ اُس نے وہ رسّی کھولی جس سے

کشتی درخت سے بندھی ہوئی تھی اور اُس کے اگلے حصّے کو پانی کی طرف دھکیلنے لگی۔ مگر وہ ہِل کر نہ دی۔

جین مایوس ہونے کو تھی کہ اُس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اُس نے سوچا کہ اُس کے پچھلے حصّے میں وزن لاد کر اگلے حصّے کو آگے پیچھے ہلایا جائے۔ اِس طرح یہ پانی میں اُتر جائے گی۔ اُس نے آس پاس نظر دوڑائی تو پتھّر تو کہیں دکھائی نہ دیے ہاں بہت سے شہتیر نظر آئے جنھیں دریا کا جوار بہا کر کنارے پر لے آیا تھا۔ اُس نے یہ شہتیر اُٹھا اُٹھا کر کشتی کے پچھلے حصّے میں ڈالنے شروع کر دیے، یہاں تک کہ اُس کا اگلا حصّہ کنارے کی کیچڑ سے چھٹکارا پا کر اُٹھنے لگا اور پچھلا بہاؤ پر آہستہ آہستہ بہنے لگا۔ یوں کشتی دریا میں اُتر گئی۔

اتنے میں کہ جین نے جتن کر کے کشتی کنارے میں اُتاری، روکُوف بھی کنارے تک پہنچ گیا تھا اور ایک گھنے درخت کے تلے کھڑا ہونٹوں پر شیطانی مُسکراہٹ لیے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اچانک جین کی نظر اُس طرف اُٹھ گئی جہاں رو کُوف کھڑا تھا۔ وہ خوف اور دہشت سے چلّا اُٹھی کیونکہ اب رو کُوف دوڑ کر اُس کی طرف آ رہا تھا اور چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ رُک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔

جین کو یہ تو معلوم تھا کہ اُس کی گولی مارنے کی دھمکی کھوکھلی ہے کیونکہ اُس کا پستول تو جین کے قبضے میں تھا لیکن چونکہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اب رو کُوف کے ساتھ کوئی نہیں ہے، اس لیے یہ خیال کر کے ڈری کہ اس کے ساتھی پیچھے پیچھے آ رہے ہوں گے۔ مگر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ مر جائے گی، پر اِس شخص کے ہاتھ نہیں آئے گی۔ اُسے اطمینان تھا کہ کوئی دم جاتا ہے کشتی پانی میں دُور نکل جائے گی۔

اُدھر رو کُوف کو اِس وقت صرف یہ فکر تھی کہ کسی طرح وہاں سے بھاگ جائے۔ وہ یہ سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ اگر جین اُسے کشتی میں بٹھا لے گی تو وہ اُس سے وعدہ کر لے گا کہ آئندہ اُس کے خلاف کچھ نہیں کرے گا۔ مگر جب قریب پہنچا تو اُس کی مت پلٹ گئی۔ کیونکہ اُس نے دیکھا کہ اب ایسا

کرنا ضروری نہیں۔ وہ کشتی کے کنارہ چھوڑنے سے پہلے اُس کے اگلے حصّے تک پہنچ سکتا تھا۔ اُدھر جین کشتی کو تیزی سے پانی میں دھکیل رہی تھی۔ اُس کو دیوانہ وار ہاتھ مارتے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس پر کوئی جِن آیا ہوا ہے۔ آخر کار اُس کی دھکّم پیل رنگ لا گئی۔ کشتی ایک دھچکے کے ساتھ آگے بڑھی اور دھارے پر چڑھ گئی۔

روکُوف اُس کے بالکل قریب پہنچ چُکا تھا اور جب کشتی نے پانی پر بہنا شروع کیا تو اُس نے کشتی کے اگلے حصے کو پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اُس کی انگلیاں کشتی کے کنارے سے صرف چھ انچ اُدھر رہ گئی تھیں۔

جین کو کشتی کو دھکیلنے میں بڑا زور لگانا پڑا تھا۔ وہ تھک کر گِر پڑی مگر پھر اُس نے یہ سوچ کر خُدا کا شکر ادا کیا کہ آزاد تو ہو گئی۔

مگر روکُوف اُس کا پیچھا چھوڑنے کو تیّار نہ تھا۔ اُس نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی تو ایک ایسی چیز دکھائی دے گئی جس کی مدد سے وہ اب بھی اپنا کام بنا سکتا تھا۔ اُس کا چہرہ اچانک چمکنے لگا۔ وہ جلدی سے جھکا اور اُس رسّی کو

مضبوطی سے پکڑ لیا جس سے کشتی درخت سے باندھی گئی تھی اور جو اُس وقت کیچڑ میں سانپ کی طرح رینگتی ہوئی دریا کے کنارے کی طرف جا رہی تھی۔

جین نے جب یہ دیکھا تو اُس کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھٹنے لگیں۔ اُس نے کتنی محنت سے آزادی حاصل کی تھی۔ مگر آخری لمحے یہ آزادی چھِن گئی۔ اب پھِر وہ اسی ظالم روکُوف کے قبضے میں ہے۔

مگر فوراً ہی اُس کا چہرہ کھِل اُٹھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر روکُوف پر پستول تان دیا۔ روکُوف نے ڈر کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھا تو تاڑ گیا کہ فائر کر دے گی۔ اُس نے رسّی ہاتھ سے چھوڑ دی اور اُچھل کر کنارے پر واپس آ گیا۔ جین پستول تانے کھڑی رہی۔ کشتی دریا میں روانہ ہو گئی۔ پھر جین نے پستول پیٹی میں اُڑس لیا اور چپّو چلانے لگی۔ اُس نے کشتی کو دریا کے دھارے پر ڈال دیا اور پوری قوّت سے چپّو چلاتی رہی تا کہ جلد سے جلد سمندر تک پہنچ جائے۔ دِن لمبے اور گرم تھے، راتیں ٹھنڈی تھیں۔ مگر

جین گرمی سردی سب برداشت کرتی رہی۔ اُس نے کئی دِن تک سفر جاری رکھا اور خلیج میں پہنچ گئی۔ وہاں وہی جہاز کھڑا تھا۔ اُسے دُور سے دیکھ کر جین یہ سمجھی کہ کوئی اور جہاز ہے، مگر جب قریب پہنچی اور پہچانا تو اُس کا دِل خوف سے کانپنے لگا۔

اس نے سوچا کہ رو کُوف تو جہاز پر نہیں ہے۔ شاید اور لوگ انعام کے لالچ میں مجھے جہاز پر سوار کر لیں۔ اگر میں جہاز تک پہنچ سکوں تو یہ ترکیب آزما کر دیکھنی چاہیے۔

دریا کا دھارا اُسے بہاؤ کی طرف لیے جا رہا تھا۔ اُس نے پوری قوّت لگا کر کشتی کو جہاز تک پہنچایا مگر قریب پہنچی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اُس کا عرشہ خالی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس میں کوئی ہے ہی نہیں۔

کشتی، جہاز کے اگلے حصّے سے ہر لمحہ قریب ہوتی جا رہی تھی۔ پھر بھی جہاز پر سے کوئی آواز نہ آئی۔ جین کا دل اِس اندیشے سے گھبرانے لگا کہ اگر ایک لمحہ اور اِسی طرح گُزر گیا اور جہاز والوں نے اُسے بچانے کے لیے کشتی

نہ لٹکائی تو وہ تیز دھارے پر بہتی ہوئی سمندر میں چلی جائے گی۔

وہ گلے کا پورا زور لگا کر چِلّائی۔ "کشتی لٹکاؤ۔" مگر جہاز پر سے کوئی جواب نہ آیا۔

جین نے اِس کوشش میں دیوانہ وار چپّو چلائے۔ خُدا خُدا کر کے کشتی مُڑی اور جہاز کے ماتھے تلے پہنچ گئی اور جین نے جُوں تُوں اُس کے لنگر کی زنجیر پکڑ لی۔

اتنے میں دھارے کے ایک ریلے نے کشتی کو اِس طرح دھکّا دیا کہ وہ جین کے تلے سے نکل گئی اور وہ زنجیر پکڑے اَدھ میں لٹکی رہ گئی۔ مگر وہ گھبرائی نہیں، وہ بڑی ہمّت سے زنجیر پکڑے جھولتی رہی۔ اُس سے کُچھ فاصلے پر جہاز کی دیوار پر ایک سیڑھی لٹک رہی تھی۔ اب جان بچنے کی صورت صرف یہ تھی کہ وہ زنجیر کو چھوڑ دے اور سیڑھی پر قدم رکھ کر جہاز پر چڑھ جائے مگر یہ کام ناممکن نظر آ رہا تھا۔ اِدھر زنجیر میں لٹکے رہنا بھی خطرناک تھا۔

اتنے میں اس کی نظر کشتی کے اگلے حصّے پر پڑی۔ وہاں وہی رسّی بندھی ہوئی تھی جس سے کشتی کو دریا کے کنارے پر درخت سے باندھا گیا تھا۔ کشتی جین کے تلے سے نکل تو گئی تھی مگر قریب ہی موجوں پر اُچھل رہی تھی۔ جین نے اُس کی رسّی کا ایک سرا جہاز کے لنگر کی زنجیر سے خُوب کَس کر باندھا، اور اُس کو آہستہ آہستہ چلا کر جہاز کی طرف لائی، یہاں تک کہ عین سیڑھی کے نیچے آ گئی۔ پھِر وہ بندوق کندے پر لٹکائے جہاز پر چڑھ گئی۔

اس نے جہاز میں پھِر کر یہ دیکھا کہ اُس میں کتنے آدمی ہیں۔ بندُوق تانے رہی تاکہ اگر کِسی دُشمن سے واسطہ پڑے تو اُس سے نبٹنے میں آسانی ہو۔ بہت جلد اُسے معلوم ہو گیا کہ جہاز میں دو ملّاحوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، اور وہ بھی گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں۔

یہ دونوں ملّاح جہاز کے اُونچے عرشے میں تھے۔ جین نے وہ دروازہ بند کر دیا جِس سے وہ باہر آ سکتے تھے اور اُس کی کُنڈی بھی چڑھا دی۔ پھِر اُس نے

ڈھونڈ ڈھونڈ کر کھانے پینے کی چیزیں نکالیں اور اپنا پیٹ بھرا۔ اُس کے بعد عرشے پر آکر بیٹھ گئی۔

سخت مُقابلہ

روکُوف نے جین کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ایک اور کشتی ڈھونڈ نکالی تھی اور اُس میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا تھا۔ یہ کشتی ڈھونڈنے میں اُسے دو گھنٹے لگ گئے تھے۔ پھر وہ بھی جین کے پیچھے پیچھے دریا کے دہانے کی طرف چل نکلا تھا تاکہ ساحل پر پہنچ جائے۔ اُسے یقین تھا کہ وہاں اُس کا جہاز کھڑا مل جائے گا۔

ٹارزن، روکُوف اور جین کی بوؤں پر چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ راستے میں

اپنے ساتھیوں سے مُڈ بھیڑ ہو گئی جو اُس کی بُو سونگھتے ہوئے اُس کی جانب آ رہے تھے۔

یہ بات ٹارزن کو معلوم تھی کہ جین اور روکُوف ایک ساتھ سفر نہیں کر رہے ہیں۔ جین کے کھوج سے صاف ظاہر تھا کہ وہ شروع میں روکُوف سے خاصی آگے تھی مگر آگے چل کر روکُوف اُس سے قریب ہوتا گیا تھا۔ پہلے جین کے پاؤں کے نشانوں پر جنگلی حیوانوں کے پنجوں کے نشان دیکھے گئے، پھر اُن نشانوں پر روکُوف کے پاؤں کے نشان پائے گئے۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ وہ اُس راستے سے حیوانوں کے گُزر جانے کے بعد گزرا تھا۔ مگر آگے چل کر حیوانوں کے پنجوں کے نشان کم ہوتے گئے اور جب ٹارزن دریا پر پہنچا تو وہ تاڑ گیا کہ روکُوف جین سے صرف چند سو گز پیچھے تھا۔

ظاہر تھا کہ وہ دونوں اِس وقت اُس سے تھوڑی ہی دُور آگے ہیں۔ وہ لپک کر اپنے ساتھیوں سے آگے نکل گیا۔ درختوں میں سے گُزر کر دریا کے کنارے پر جا نکلا اور ٹھیک ہی جگہ جا پہنچا جہاں سے روکُوف اور جین

کشتیوں میں بیٹھ کر سمندر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ٹارزن دیر سے پہنچا مگر کچھ زیادہ دیر سے نہیں۔ اُس کی تیز نظروں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہاں سے ایک کشتی پانی میں اُتاری گئی ہے۔ کنارے کی مٹّی پر ایک مرد اور ایک عورت کے پاؤں کے نشان صاف دکھائی دے رہے تھے۔

اس نے فوراً دریا پر نظر دوڑائی۔ بہاؤ کی طرف ایک کشتی جا رہی تھی جو عین اُس وقت جب اس کی نظر پڑی، دریا کا موڑ مُڑ کر آنکھ سے اوجھل ہو گئی۔ مگر اُس کی نظروں سے چھپتے چھپتے بھی ٹارزن کو اُس سفید انسان کی جھلک دکھائی دے گئی جو اُس میں بیٹھا تھا۔

جب ٹارزن کے ساتھی دریا پر پہنچے تو مُوگامبی گوریلوں اور شِیتا نے اُسے دریا کنارے پر بہاؤ کی جانب تیزی سے دوڑتا پایا۔ وہ دلدلی زمین کے ٹیلوں کو پھلانگتا ہوا اُس راس کی طرف جا رہا تھا جو دریا کے موڑ پر تھی۔

گوریلے اور چیتے پانی سے گھبراتے ہیں۔ اِس لیے انہیں ٹارزن کے پاس پہنچنے کے لیے ایک لمبا چکّر کاٹنا پڑا۔ مُوگامبی اُن جتنی تیز چال سے نہ چل

سکتا تھا پھر بھی جُوں تُوں ساتھ لگا رہا۔

ٹارزن آدھے گھنٹے تک دوڑنے کے بعد دریا کے موڑ پر جا پہنچا۔ وہاں سے اُسے کشتی صاف نظر آ گئی مگر اُس میں صرف روکُوف بیٹھا ہوا تھا۔ جین نہیں تھی۔

دُشمن کو دیکھ کر اُس کا خُون کھول اُٹھا اور اُس نے ایک بھیانک نعرہ مارا، جیسے اُسے مقابلے پر آنے کو کہہ دیا ہے۔

روکُوف یہ نعرہ سن کر تھر تھر کانپنے لگا اور خوف کے مارے اُس کے دانت بجنے لگے۔ وہ کشتی میں دُبک کر بیٹھ گیا۔ اِدھر ٹارزن دوڑ کر پانی تک پہنچا اور بے دھڑک اُس میں کُود پڑا۔ اُس نے بڑی تیزی سے کشتی کی طرف تیرنا شروع کیا۔ روکُوف زور زور سے چپّو چلانے لگا۔ اُس کی نظریں اُس چلتی پھرتی موت پر جم کر رہ گئی تھیں جو اِس وقت اُس کا پیچھا کر رہی تھی، اور چاہتا تھا کہ اُس کی کشتی کے پَر لگ جائیں تاکہ وہ اُس کی جان بچالے۔

اِدھر یہ دونوں اپنی اپنی سی کر رہے تھے اُدھر پرلے کنارے سے ایک مگر

مچھ پانی کے اندر اندر ٹارزن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ نہ ٹارزن کو نظر آیا، نہ روکُوف کو۔

ٹارزن نے جلد ہی کشتی کو جا لیا اور اپنا ایک ہاتھ اُونچا کر کے اُس کا کنارہ پکڑ لیا۔ روکُوف دہشت کے مارے سُن ہو گیا۔ وہ اپنا ہاتھ یا پاؤں تک نہ ہلا سکا۔ صرف ٹھہری ہوئی نظروں سے ٹارزن کا منہ تکتا رہا۔

اُدھر ٹارزن نے اپنے پیچھے چھَپ چھَپ کی آواز سُنی تو مُڑ کر دیکھا۔ مگر اُس وقت تک مگر مچھ اُس کی دائیں ٹانگ اپنے جبڑوں میں دبا چکا تھا۔

ٹارزن نے ٹانگ چھُڑا کر کشتی پر چڑھ جانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے۔ شاید وہ کامیاب بھی ہو جاتا لیکن روکُوف نے بھاری چپّو اُٹھا کر زور سے اس کے سر پر مارا۔ ٹارزن سے کشتی کا کنارہ چھوٹ گیا اور مگر مچھ اُسے گھسیٹ کر پانی میں لے گیا۔

روکُوف یہ نظارہ دیکھ کر ہی پسینے پسینے ہو گیا اور تھر تھر کانپتا ہوا کشتی میں گر پڑا۔ پھر جب یہ بات اُس کی سمجھ میں آئی کہ مگر مچھ نے اُس کی جان بچا دی

تو اُس کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ کھیلنے لگی۔ مگر یہ مُسکراہٹ چند لمحے کی مہمان تھی۔ عین اُسی وقت دریا کے کنارے کی طرف سے ایک شور اُٹھا۔

روکُوف نے اُدھر دیکھا تو ایک بڑا سا چیتا خونی آنکھوں سے اُسے گھور رہا تھا۔ اُس کے ارد گرد گوریلے کھڑے تھے اور اُن سب کے آگے ایک جنگلی انسان اُسے مُکّے دِکھا دِکھا کر جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ روکُوف نے جلدی جلدی چپّو چلانے شروع کر دیے۔ کشتی تیزی سے سمندر کی طرف بڑھنے لگی۔ مگر یہ بھیانک غول بھی دریا کے کنارے کنارے اُس کے ساتھ ساتھ دوڑتا رہا اور رات دِن ہر وقت اُس پر نظریں جمائے رہا۔ کبھی اُس سے آگے نکل جاتا، کبھی اُس سے پیچھے رہ جاتا۔ کبھی جنگل میں اُس کی نظروں سے چھُپ جاتا، کبھی پھر نظر آنے لگتا۔ اُس غول کے لگاتار پیچھا کرنے سے روکُوف کا پِتّا پانی ہوا جا رہا تھا۔

جب وہ کسی گاؤں کے قریب سے گُزرتا تو وہاں کے لوگ اُسے روکنے کے لیے اپنی کشتیاں پانی میں اُتارنے لگتے مگر جونہی انہیں گوریلے نظر آتے وہ

ڈر کر چیخیں مارتے ہوئے جنگل میں جا چھپتے۔

روکُوف ہر طرف نظر مارتا رہا کہ کہیں جین بھی دکھائی دے رہی ہے یا نہیں۔ مگر اُس کا کوئی پتا نشان نہ تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ اُسے جُل دے کر نکل گئی ہے۔

اب روکُوف کی کشتی دریا کے دہانے کے قریب پہنچنے لگی تھی۔ وہاں اُس کا جہاز کھڑا تھا۔ جب وہ دریا کے چڑھاؤ کی طرف روانہ ہو رہا تھا تو اپنی دُخانی کشتی کو کوئلہ لانے کے لیے روانہ کر گیا تھا اور جہاز کو پال وِچ کی نگرانی میں چھوڑ گیا تھا۔

جونہی روکُوف کو جہاز دِکھائی دیا وہ خوشی کے مارے چلّا اُٹھا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میری جان بچ گئی۔ اب کوئی اُس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔

اس نے دیوانوں کی طرح چپوّ چلانے شروع کر دیے۔ اور تیزی سے جہاز کی طرف بڑھنے لگا تاکہ جو لوگ جہاز پر موجود ہوں انہیں بتا سکے۔ مگر اُدھر سے جواب میں کوئی آواز نہ سُنائی دی۔

اتّفاق سے اُس کی نظر ساحل کی طرف اُٹھ گئی۔ اُس نے دیکھا کہ وہاں وہی حیوانی غول موجود ہے اور غرّاتے ہوئے اُسے گھور رہا ہے۔ اُس کا دِل یہ سوچ کر لرز اُٹھا کہ کہیں یہ حیوان اُس تک نہ پہنچ جائیں۔ وہ حیران تھا کہ جِن لوگوں کو جہاز پر چھوڑ گیا تھا وہ سب کیا ہوئے؟ پال وِچ اِس وقت کہاں ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میں جِن آدمیوں کو جہاز پر چھوڑ گیا تھا وہ اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں؟

آخر خُدا خُدا کر کے اُس کی کشتی جہاز سے ٹکرائی۔ جہاز پر ایک سیڑھی لٹک رہی تھی مگر جب وہ اُسے پکڑنے لگا تو اُوپر سے کسی نے چیخ کر کہا: "خبردار۔"

روکُوف نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ جین پستول تانے کھڑی تھی۔

جین نے روکُوف کو جہاز کے بالکل قریب آ جانے دیا۔ پھر اچانک اُس نے پستول روکُوف کے چہرے پر ٹھیل دیا۔ روکُوف خوف کے مارے کشتی سے باہر گر پڑا۔

"بھاگ جا یہاں سے۔" جین نے دانت پیس کر کہا۔

مگر روکُوف بھاگ کر جاتا کہاں۔ جب اُس کی دہشت دُور ہو گئی تو وہ بھاگنے کے بجائے وہیں رُکا رہا اور گڑگڑا گڑگڑا کر جین سے کہنے لگا کہ میں تُم کو کُچھ نہیں کہوں گا۔ خُدا کے لیے مجُھے اُوپر چڑھ آنے دو۔

جب روکُوف نے وہاں سے ٹلنے کا نام نہ لیا تو جین نے جھلّا کر کہا۔ "میں دس تک گنتی گنتی ہوں۔ اگر تُم میرے دس تک پہنچنے تک یہاں سے نہ گئے تو گولی مار دُوں گی۔"

مگر ابھی وہ سات تک ہی پہنچی تھی کہ روکُوف اپنی کشتی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ پانی کے بہاؤ نے اُس کی کشتی کو سمندر کی طرف لے جانا شروع کر دیا۔ مگر اُس نے زور لگا کر اُس کا رُخ موڑ دیا اور خلیج کے کنارے پر جا اُترا جو خلیج کا پرلا کنارہ تھا۔ درندوں کا وہ غول جو اُس پر دانت پیس پیس کر غُرّا رہا تھا، ورلے کنارے پر تھا۔

جین کچھ دیر تنی کھڑی رہی اور اُسے دیکھتی رہی، پھِر اِس خیال سے مطمئن

ہو گئی کہ اب روکُوف جہاز کی طرف نہ آسکے گا۔ پھِر اُس کی نظر درندوں کے غول کی طرف اُٹھ گئی۔ اُس نے حیوانوں کو اِس قسم کی حرکتیں کرتے نہ دیکھا تھا۔ وہ روکُوف کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔ وہ حیران تھی کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ یہ وہی درندے تھے جو اُس وقت نظر پڑے تھے جب وہ روکُوف سے جان بچا کر بھاگ رہی تھی۔ مگر یہ بات اُس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ یہ روکُوف کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔

اچانک وہ روکُوف کی طرف مُڑی۔ وہ چلّا رہا تھا۔ جب جین نے معلوم کیا کہ وہ کیا کر رہا ہے تو اُس پر خوف طاری ہونے لگا۔ ایک کشتی جہاز کا رُخ کر رہی تھی۔ یہ کشتی وہی تھی جسے روکُوف نے کوئلہ لانے کے لیے بھیجا تھا۔ جین کا دل ڈوبنے لگا۔ کوئی دم جاتا ہے کہ وہ دُشمنوں میں گھِر جائے گی۔

کشتی پہلے اُس جگہ جا کر رُکی جہاں روکُوف کھڑا تھا۔ پھر روکُوف اور ملّاحوں میں صلاح مشورے ہوئے۔ اُس کے بعد کشتی جہاز کا رُخ کرنے لگی۔ مگر ابھی آدھا فاصلہ طے کر سکی تھی کہ جین نے رائفل سے فائر کیا،

جس سے کشتی کا ایک ملّاح پانی میں گر پڑا۔ مگر کشتی رُکی نہیں۔ اب آہستہ آہستہ چلائی جانے لگی۔ چند منٹ بعد جین نے دوسرا فائر کیا۔ اِس سے ایک اور ملّاح ڈھیر ہو گیا۔ اِس پر کشتی ساحل کی طرف واپس چلی گئی۔

جس طرح روکُوف نے اُس کشتی کو آتے دیکھا تھا اِسی طرح مُوگامبی اور درندوں کے غول نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا۔ مُوگامبی نے دیکھا کہ جب تک اُس کے پاس کشتی نہ ہو وہ دُشمن تک نہ پہنچ سکے گا۔ اِس لیے وہ کشتی ڈھونڈنے لگا۔

اُدھر جین یہ سوچ کر گھبرا رہی تھی کہ اندھیرا ہوتا جا رہا ہے۔ اگر دُشمن نے تاریکی میں حملہ کیا تو اُسے جان بچانا مُشکل ہو جائے گا۔ اچانک اُسے ایک ترکیب سوجھی۔ اُس نے ان دونوں آدمیوں کو آواز دے کر اُوپر بُلایا جنہیں نیچے بند کر آئی تھی اور پستول دِکھا کر حکم دیا کہ جہاز کے لنگر کا تار کاٹ دیں۔ اُن دونوں نے اُس کا حکم مانا۔ لنگر کٹتے ہی جہاز سمندر کی طرف چل نکلا۔ جین نے اُن دونوں آدمیوں کو پھر بند کرنا چاہا مگر انھوں نے

وفادار رہنے اور وقت پر کام آنے کی قسمیں کھائیں تو آزاد چھوڑ دیا۔ کچھ دیر بعد جین کے کانوں میں بندوقیں چلنے کی آواز آئی اور ایک عورت کے چیخیں مارنے کی آوازیں بھی آئیں۔ دونوں ملّاح یہ سمجھے کہ روکُوف آ پہنچا۔ انہوں نے کانا پھوسی کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ جین پر قابو پا کر روکُوف کو جہاز پر بُلا لیا جائے۔

بندوق چلنے کی آواز سُن کر جین کی توجّہ اُس طرف ہو گئی تھی اور وہ دوڑ کر جہاز کے ماتھے پر یہ معلوم کرنے کے لیے پہنچی تھی کہ آخر چڑھاؤ کی طرف بندوق کیوں چلی ہے۔

دونوں ملّاح دبے پاؤں اُس کے پیچھے لگ لیے تھے۔ جونہی جین نے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا۔ وہ دونوں اچانک اُس پر ٹوٹ پڑے اور اُسے اُٹھا کر عرشے پر لے گئے۔ جین نے اُن دونوں سے چھوٹنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ کُچھ بھی نہ بنا سکی۔ آخر ہار کر اُس نے ہاتھ پاؤں ڈِھیلے چھوڑ دیے۔

مُوگامبی کو ایک کشتی مِل گئی۔ اُس نے اپنے پورے غول کو جلدی جلدی اُس میں بٹھایا مگر وہ اندھیرے میں اُس عورت کو نہ دیکھ سکا تھا۔ جو کشتی میں سوئی ہوئی تھی۔ وہ ایک حبشن تھی۔ مُوگامبی ایک عورت کو ساتھ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ مگر اُسے کنارے پر اُتارنے کے لیے کشتی کو واپس لے جانے میں وقت ضائع ہوتا، اِس لیے اُس عورت کو کشتی میں رہنے دیا اور تیزی سے چل کر جہاز تک پہنچا مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جہاز اُس سے دُور ہوتا جارہا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ کشتی کی رفتار بڑھا کر جہاز کو جالے کہ اتنے میں ایک اور کشتی دکھائی دی جو اُس کی کشتی سے صرف تین گز کے فاصلے پر تھی۔ اُدھر اُس کے سواروں کو بھی مُوگامبی اور اُس کے غول کی موجودگی کا عِلم ہو گیا۔ جب دونوں کشتیاں ملنے کو ہوئیں تو دوسرے کشتی کے ایک ملّاح نے مُوگامبی اور اُس کے غول کو للکارا۔ اُس کے جواب میں شِیتا غرّایا جو اپنے دونوں اگلے پنجے کشتی کے ماتھے پر رکھے دُشمن پر جاپڑنے کے لیے تنا کھڑا تھا۔

مُوگامبی کی کشتی کو للکارنے والا روکُوف تھا۔ اُس نے شِیتا کے غرّاتے ہی اندھیرے میں گھور کر دیکھا تو ایک چیتے کی چمکتی ہوئی آنکھیں نظر پڑیں اور فوراً سمجھ گیا کہ اُسے کِس بلا کا سامنا ہے۔ اس نے جلدی سے کشتی پر فائر کرنے کا حکم دیا۔ اُس فائر پر حبشن ڈر کر چیخی۔ یہی وہ آوازیں تھیں جو جین نے سُنی تھیں۔

اس سے پہلے کہ مُوگامبی کے ساتھی روکُوف کی کشتی میں اُترتے، روکُوف کی کشتی بہاؤ کی طرف مُڑ کر جہاز کی جانب روانہ ہو گئی۔

ٹارزن بچ گیا

ٹارزن مگر مچھ کے جبڑوں میں پھنسا ہوا تھا۔ کوئی معمولی انسان ہوتا تو جی چھوڑ بیٹھتا مگر ٹارزن نے جدوجہد کرنے کی ٹھان لی۔ اِس سے پہلے کہ مگر مچھ اُسے گھسیٹ کر پانی کے اندر لے جائے، اُس نے اپنے پھیپھڑوں میں خوب اچھی طرح ہوا بھر لی، اور اپنے آپ کو اُس کے جبڑوں سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ اُس کے پھیپھڑے تازہ ہوا کے بغیر پھٹے جا رہے تھے۔ پھِر اُس نے اپنا چاقو پوری طاقت سے مگر مچھ کے پیٹ میں اُتار دیا۔

مگرمچھ زخمی ہو کر اور بھی غضب ناک ہو گیا۔ اُس کی رفتار میں تیزی آ گئی۔ عین اُس وقت جب ٹارزن کی طاقت جواب دینے کو تھی اُس نے محسوس کیا کہ اُس کو کھینچ کر کیچڑ پر ڈال دیا گیا ہے اور اُس کے نتھنے پانی کی سطح سے اُوپر ہیں۔ اُس کے اِرد گرد اندھیرا اور قبر کی سی خاموشی تھی۔

ایک لمحے تک وہ پڑا ہانپتا رہا۔ اُس کے پہلو میں مگرمچھ اِس طرح سانس لے رہا تھا جیسے اُسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہے۔

کئی منٹ تک یہ دونوں اِسی طرح ایک دوسرے کے پاس پڑے رہے پھر مگرمچھ کا جسم ایک تھرتھری لینے کے بعد سخت ہو گیا۔ ٹارزن گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا کہ مگرمچھ مر چکا ہے۔

جب وہ لڑکھڑاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا تو اُس نے دیکھا کہ وہ ایک ایسے غار میں بند ہے جس میں درجن بھر مگرمچھ سما سکتے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ مگرمچھ کے غار میں ہے جو کنارے پر کسی جگہ واقع ہے۔ اور اب اُسی سوراخ کے راستے باہر نکلا جا سکے گا جس میں سے مگرمچھ اُسے اندر لایا تھا۔ مگر اُس نے سوچا کہ

سوراخ کو جانے والے راستے میں موڑ بھی ہوں گے اور شاید کسی اور مگرمچھ سے مُڈ بھیڑ ہو جائے۔ مگر باہر نکلے بغیر چارہ بھی نہ تھا اس لیے اُس نے پانی میں غوطہ مارا۔ اُس کی جو ٹانگ مگرمچھ نے اپنے جبڑوں میں دبا لی تھی وہ زخمی ہو گئی تھی مگر ہڈّی نہیں ٹوٹی تھی۔

ٹارزن اُس غار سے نکل کر پانی میں پہنچ گیا۔ اُس وقت وہ کنارے سے چند منٹ کے فاصلے پر تھا۔ سامنے سے دو مگرمچھ بڑی تیزی سے اُس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ٹارزن قریب کے ایک درخت کی شاخوں کو پکڑنے کے لیے پوری قوّت سے اُچھلا۔ اگلے لمحے دو مگرمچھوں کے منہ اُسے ہڑپ کرنے کے لیے کھُلے، مگر کھُلے کے کھُلے ہی رہ گئے۔ ٹارزن اُس درخت پر چڑھ چُکا تھا۔ وہ دُور دُور تک نظر مار رہا تھا مگر روکُوف کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔

جب آرام کرنے سے اس کے جسم میں کچھ قوّت آ گئی اور اُس نے اپنی ٹانگ کے زخم پر پٹّی بھی لپیٹ لی تو روکُوف کی تلاش میں روانہ ہوا۔

رات ہوتے وہ خلیج تک پہنچ گیا اور اب سمندر دِکھائی دینے لگا۔ مگر اندھیرا

اتنا زیادہ تھا کہ چند گز آگے کچھ نہ سُجھائی دیتا تھا۔ اُس نے ٹھان لی تھی کہ آج رات روکُوف اور جین کی تلاش کرنے کے لیے سارے ساحل کو چھان مارے گا۔

روکُوف کا جہاز اُس سے صرف سو گز پرے کھڑا تھا مگر اندھیرے میں اُسے نظر نہ آیا۔ جہاز کے عرشے پر روشنی بھی نہیں ہو رہی تھی۔

اچانک ٹارزن کو ایسی آواز سُنائی دی جیسے کوئی چمڑے کے جُوتے پہنے جہاز کی سیڑھی پر چڑھ رہا ہو۔ وہ حیرت سے اندھیری رات میں گھور رہا تھا کہ پانی کی طرف سے بندوق چلنے کی آواز آئی اور پھر کسی عورت کی چیخ سُنائی دی۔

ٹارزن کی ٹانگ زخمی تھی مگر یہ آوازیں سنتے ہی وہ پانی میں کُود پڑا اور فوراً آوازوں کی سمت بڑھنے لگا۔ کچھ دُور جانے کے بعد اُسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ دریا خالی نہیں ہے۔ بلکہ اُس میں کوئی چیز کھڑی ہے۔ اور جب اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے چھُوا تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ جہاز ہے۔

وہ اس پر چڑھا تو عرشے کے پرلے سرے پر ہاتھا پائی ہونے کی آوازیں سُنائی دیں۔ وہ دبے پاؤں اُس طرف بڑھا۔

اب چاند نکل آیا تھا۔ پہلے جتنا اندھیرا نہیں رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ دو مرد ایک عورت پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ فوراً آگے بڑھا۔ اُس نے اُن دونوں آدمیوں کے کندھے پر اپنا ایک ایک ہاتھ رکھا اور اُن کو عورت سے اِس طرح الگ کر دیا جیسے کسی دیو نے جھٹکا دیا ہے۔

”یہ کیا حرکت ہے؟“ اُس نے غرّا کر اُن آدمیوں سے کہا۔

یہ آواز سُنتے ہی عورت اُچھل کر کھڑی ہوئی اور خوش سے چیخ مار کر بولی۔ ”ٹارزن“

ٹارزن نے دونوں ملّاحوں کو عرشے پر پڑکا اور عورت کی طرف بڑھا۔

مگر وہ ابھی ایک دوسرے سے کچھ کہنے سُننے بھی نہ پائے تھے کہ آدھے درجن آدمی جہاز پر چڑھ کر عرشے کی طرف بڑھتے دکھائی دیے۔

سب سے آگے روکُوف تھا۔ ٹارزن کو دیکھتے ہی اس نے اپنے ساتھیوں کو اُس پر فائر کرنے کا حکم دیا۔

ٹارزن نے جین کو اُس کیبن کی آڑ میں دھکیل دیا جس کے قریب کھڑا تھا اور خود روکُوف پر جھپٹا۔ روکُوف کے پیچھے اُس کے جو دو ملّاح تھے، انہوں نے رائفلیں تان کر ٹارزن پر فائر کر دیے۔ مگر اُن کے پیچھے جو ملّاح تھے اُن کو اپنی جانوں کی پڑ گئی تھی۔ اُن کے پیچھے جہاز کی سیڑھی سے ایک بھیانک غول اُوپر چڑھ رہا تھا۔ سب سے آگے گوریلے دانت نکالے غرّاتے ہوئے آ رہے تھے۔ اُن کے پیچھے ایک دیو قد کالا حبشی تھا جس کا لمبا برچھا چاندنی میں چمک رہا تھا۔ اُس کے پیچھے شِیتا تھا جس کے جبڑے کھُلے ہوئے اور آنکھیں ڈگر ڈگر کر رہی تھیں۔

ٹارزن پر جو گولیاں چلائی گئیں وہ اُس کے لگیں نہیں۔ وہ روکُوف کی طرف بڑھا تو وہ ملّاحوں کی آڑ لے کر جہاز کے اُونچے عرشے پر بھاگ گیا۔
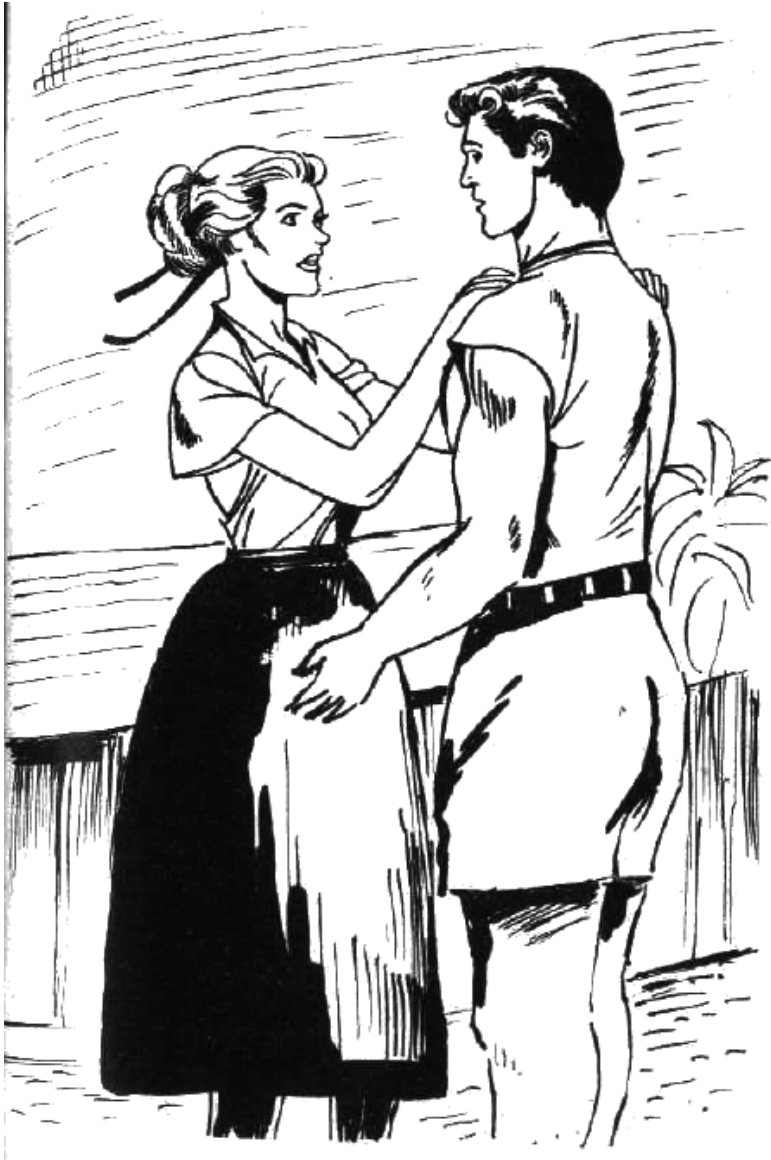
ٹارزن اُن دونوں ملّاحوں کا تیا پانچا کرنے لگا تھا۔ اِس لیے وہ اُس وقت

روکُوف کا پیچھا نہ کر سکا۔ روکُوف کے باقی ساتھیوں کو گوریلے اور مُوگامبی ٹھکانے لگارہے تھے۔ گوریلوں کے لمبے لمبے دانتوں اور شِیتا کے ناخنوں نے کئی ایک کے چیتھڑے اُڑا کر رکھ دیے تھے۔

مگر اُن میں سے چار بچ کر نکل گئے۔ انہوں نے بھی جہاز کے اُونچے عرشے پر پناہ لی۔ اُن کا خیال تھا کہ یہاں رُکاوٹیں کھڑی کر کے حملوں سے بچ جائیں گے۔ وہاں روکُوف مِل گیا۔ وہ اس پر غصّے سے بل کھا رہے تھے کہ وہ آڑے وقت میں اُن کا ساتھ چھوڑ کر یہاں بھاگ آیا ہے، ویسے بھی وہ اُس کے سلوک کی وجہ سے اُس سے نفرت کرتے تھے۔ اب انہوں نے اُسے اٹھا کر عرشے پر پھینک دیا تاکہ خُونخوار درندوں کا لُقمہ بن جائے۔

ٹارزن نے روکُوف کو دیکھ لیا تھا مگر اُسی لمحے شِیتا نے بھی اُسے دیکھ لیا۔ وہ جبڑے پھاڑتا ہوا اُس کی طرف چلا۔

جب روکُوف نے دیکھا کہ کیسی زبردست بلا اُس کا رُخ کر رہی ہے تو اُس نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ اُس کے گھٹنے کانپ رہے تھے اور وہ

بھیانک موت کے سامنے، جو اُس کی طرف اِس طرح بڑھ رہی تھی جیسے اُسے کاٹھ مار گیا ہے۔

ٹارزن، رو کُوف سے انتقام لینے کے لیے اُس کی طرف بڑھا۔ اُس کے دل میں آگ بھڑک رہی تھی مگر پھر اُس نے دیکھا کہ شِیتا اُس سے پہلے حملہ کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ اُس نے چیخ مار کر شِیتا کو روکا۔

اُس کی آواز پر رو کُوف چونک کر ایک چیخ مارتے ہوئے مُڑا اور جہاز کے اگلے سِرے کی طرف بھاگا، شِیتا اپنے آقا کے حُکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اُس کے پیچھے لپکا۔

ٹارزن اُن دونوں کے پیچھے لپکنے کو تھا کہ جین نے اُس کے بازو کو چھُوا اور کہا۔ ”مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ مُجھے ڈر لگ رہا ہے۔“

ٹارزن نے مُڑ کر رو کُوف کی طرف دیکھا۔ وہ پیچھے ہٹتا ہٹتا جہاز کے سِرے تک جا پہنچا تھا اور اب وہاں کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں خوف سے پھٹی جارہی تھیں کیونکہ شِیتا قدم قدم اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

پھر شِیتا تختوں پر پیٹ کے بَل رینگ کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ غرّاتا جا رہا تھا۔ روکُوف اِس طرح کھڑا تھا جیسے پتھّر کا ہو گیا ہے۔ اُس کی آنکھیں حلقوں سے باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔ مُنہ کھُلا رہ گیا تھا اور ماتھے پر پسینے کے موٹے موٹے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔

اس کے نیچے عرشے پر گوریلے کھڑے تھے۔ اِس لیے اُدھر کا رُخ بھی نہ کر سکتا تھا۔ اِس وقت بھی ایک گوریلا اُچھل اُچھل کر روکُوف تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

روکُوف کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ اُس کے منہ سے ایسی چیخیں نکل رہی تھیں، جن کا مطلب سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر وہ چیخ مار کر روتا ہوا گھٹنوں کے بل گِرا اور اُسی لمحے شِیتا اُچھل کر اُس پر جا پڑا۔

جب شِیتا کے لمبے لمبے دانت روکُوف کے گلے اور سینے کو چیرنے پھاڑنے لگے تو جین نے دہشت کھا کر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ مگر ٹارزن کے ہونٹوں پر اطمینان کی مُسکراہٹ تھی۔ روکُوف نے شِیتا کا مُقابلہ کیا مگر کیا

بنا سکتا تھا۔ غرّاتا ہوا درندہ اُسے کب چھوڑنے والا تھا۔ اُس نے جو بے شمار جُرم کیے تھے اُن کی سزا اُس کو مل گئی۔ درندے نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔

روکُوف کے ساتھیوں میں سے چار جہاز کے اگلے حصّے کے اُونچے عرشے میں بند تھے، باقی ہلاک ہو چُکے تھے۔

پال وِچ کا کہیں پتا نہ تھا۔

ٹارزن نے وہاں سے روانہ ہونے کی ٹھانی مگر صُبح ہوتے ہی مغرب کی طرف سے طوفانی ہوا آنے لگی۔ اس لیے جہاز روانہ نہ ہو سکا۔

ٹارزن نے جب اپنی بیوی سے یہ سُنا کہ جو بچّہ مر چُکا ہے وہ اُن کا بیٹا نہیں تھا تو اُس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ انہیں آس بندھ گئی کہ اُن کا بچّہ زندہ ہو گا۔

دُشمن

جس وقت ٹارزن اور جین جہاز کے عرشے پر کھڑے ایک دوسرے کو اپنا اپنا حال سُنا رہے تھے، ساحل پر ایک شخص ایک جگہ چھُپا ہوا اُن کو گھور رہا تھا۔ یہ پال وِچ تھا۔ وہ اِس فکر میں تھا کہ ٹارزن اور اُس کی بیوی کو یہاں سے بچ کر نہ جانے دے۔

مگر سوال یہ تھا کہ وہ دریا کو کیسے پار کرے جس میں مگرمچھ بھرے پڑے ہیں۔ کوئی کشتی بھی آس پاس نظر نہیں آرہی تھی اور اِس بات کا بھی اُسے

یقین نہیں تھا کہ جب تک وہ کشتی لے کر آئے گا اُس وقت تک جہاز رُکا رہے گا۔ مگر اِس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ تھی، اِس لیے وہ ٹارزن اور جین پر نفرت سے ایک نظر ڈالتے ہوئے مُڑا اور فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا۔

جب وہ گھنے جنگل میں سے گُزر رہا تھا تو اُس وقت اُس کے دماغ پر ایک ہی چیز چھائی ہوئی تھی۔۔۔۔ انتقام۔۔۔۔ وہ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا، اس لیے یہ بھی بھول گیا کہ اِس وقت ایک ایسے جنگل سے گُزر رہا ہے جس میں درندوں کے علاوہ وحشی انسان بھی بستے ہیں۔

جہاز کے ایک کیبن میں کچھ ڈائنامیٹ اور ایک گھنٹا رکھا ہوا تھا۔ پال وِچ سوچ رہا تھا کہ اُن سے ٹائم بم بن جائے گا جس سے وہ جہاز کے پرخچے اُڑا دے گا۔

وہ تیز چال سے چل کر دوپہر کے بعد دریائے اوگامبی کے ایک معاون دریا کے کنارے ایک گاؤں میں پہنچا اور اُس کے سردار سے ایک کشتی مانگی مگر

سردار نے صاف انکار کر دیا اور اُسے گاؤں سے باہر نکلوا دیا۔ مگر پال وِچ باز آنے والا انسان نہ تھا۔ وہ جھاڑیوں میں سے ہو کر دریا کے کنارے جا پہنچا اور ایک جگہ چھُپ کر اِس تاک میں رہا کہ کوئی چھوٹی موٹی کشتی نظر پڑے تو اُسے لے اُڑے۔

تھوڑی دیر بعد ایک حبشی نوجوان ایک چھوٹی سی کشتی کھیتا ہوا نمودار ہوا۔ اُس نے کشتی کو کنارے سے لگایا اور جس جگہ پال وِچ لیٹا ہوا تھا اُس کے قریب ایک درخت سے باندھ دیا۔

پھر اُس نے انگڑائی لی، ترکش کے تیر گنے، کمان کی تانت کھینچ کر دیکھی اور پیٹی میں سے شکاری چاقو نکال کر اُس کی دھار پر اُنگلی پھیر تا رہا۔

پال وِچ چاہتا تھا کہ وہ جلدی سے دفع ہو جائے تا کہ وہ اُس کی کشتی پر قبضہ جمالے۔ مگر نوجوان کی حرکتوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے ایسی کوئی جلدی نہیں ہے۔ پال وِچ جھاڑی کی اوٹ میں پڑا دانت پیستا رہا مگر حبشی کو وہاں سے نہ ٹلنا تھا نہ ٹلا۔

نوجوان نے ایک بار پھر انگڑائی لی اور اُس کے بعد جمائی بھی لی جس سے ظاہر تھا کہ سونے کو ہے۔ پال وِچ دِل ہی دِل میں اُسے کوستا کاٹتا رہا۔ اُدھر نوجوان نے دریا کے کنارے پر نظر ماری اور کشتی میں لیٹ رہا۔ وہ شکار کرنے سے پہلے تھوڑی دیر سونا چاہتا تھا۔

پال وِچ نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر نوجوان پر نظر ڈالی۔ وہ سوچکا تھا۔ پال وِچ کی ایک ایک نس تنی ہوئی تھی۔ وہ دبے پاؤں چلتا ہوا کشتی کے قریب پہنچا اور پستول جیب سے نکال کر اُس پر تان لیا۔ نوجوان سوتے میں کسمسایا۔ پال وِچ نے ٹھان لی کہ اُس کے آنکھ کھولتے ہی فائر کر دے گا مگر نوجوان جاگا نہیں۔ وہ کروٹ بدل کر پھر سو گیا۔ پال وِچ اُس کے قریب ہوتا گیا، یہاں تک کہ اُس کا پستول نوجوان کے سر سے صرف چند انچ اِدھر رہ گیا۔ پھر اُس نے پوری طاقت سے پستول کا دستہ حبشی کے سر پر مارا اور اُس کو اُٹھا کر دریا میں پھینک دیا۔ پھر اُس نے چپّو سنبھالا اور کشتی کو کھیتا ہوا سمندر کی طرف لے چلا۔ وہ روکُوف کے جہاز کا رُخ کر رہا تھا۔

اُسے یہ اُمید نہیں تھی کہ جہاز وہیں کھڑا ملے گا جہاں چھوڑ کر گیا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ آگے بڑھ چُکا ہو گا، اِس لیے جب جہاز کی لالٹین جلتی دکھائی دی تو اُسے ایسی خوشی ہوئی جیسے کوئی مہم جیت کر ہوا کرتی ہے۔ اُس نے چپّو ہاتھ سے رکھ دیا اور کشتی کو جہاز کے رُخ بہنے دیا۔ جب وہ جہاز سے جا لگی۔ تو پال وِچ کئی منٹ بالکل ساکِت رہ کر یہ اندازہ کرتا رہا کہ اُس کی آہٹ سے جہاز پر کوئی حرکت میں آیا ہے یا نہیں۔ اُدھر سے کوئی آواز نہیں سُنائی دی۔

اُس نے اپنی کشتی کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ وہ جہاز کے بادبان کے شہتیر کی اڑواڑ کے عین نیچے پہنچ گئی۔ منٹ دو منٹ کے اندر اُس نے کشتی کو شہتیر سے باندھ دیا۔ اور پھر عرشے پر پہنچ گیا۔

عرشے پر کوئی نہیں تھا۔ وہ دبے پاؤں جہاز کے اگلے حصّے کے اُبھرے ہوئے عرشے کی طرف بڑھا۔ سب طرف سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ اُس نے کواڑ کا نِچلا حصّہ گِرا کر نیچے کی طرف گھُور گھُور کر دیکھا۔ وہاں ایک ملّاح اُس

لالٹین کی روشنی میں کچھ پڑھ رہا تھا جو ملّاحوں کے کوارٹروں کی چھت میں لٹک رہی تھی۔

پال وِچ نے اسے پہچان لیا۔ یہ ملّاح بڑا خبیث انسان تھا۔ پال وِچ کو یقین ہو گیا کہ اُس کا کام بن جائے گا۔ اُس ملّاح کو شیشے میں اُتار کر جہاز کو تباہ کیا جا سکتا تھا۔

پال وِچ تختوں پر اُتر گیا اور اُس نے بہت ہی آہستہ سے ملّاح کو اُس کا نام لے کر پُکارا اور کہا کہ زور سے نہ بولے۔ ملّاح نے مُڑ کر اُس کی طرف دیکھا تو اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ بولا۔ ''ارے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ بھاگ جاؤ ورنہ ٹارزن تمہیں مار ڈالے گا۔''

پال وِچ نے اس سے کہا۔ ''میرے پاس سونا ہے بہت سارا۔ میرے کیبن میں رکھا ہے۔''

ملّاح کی آنکھیں سُکڑ گئیں۔ ''کتنا ہے؟'' وہ غرّایا۔

”اِتنا۔“ پال وِچ نے جواب دیا۔ ”کہ ہم دونوں کے لیے کافی ہو گا۔ اِس سے ہم دونوں لندن پہنچ کر عیش و آرام کی زندگی گُزار سکتے ہیں۔ اگر تُم مُجھے یہ سونا کیبن میں سے نکال لانے دو تو آدھا تمہارا۔“

ملّاح کے دِل میں لالچ آ گیا۔ اُس نے خود سے کہا۔ ”روپیہ پاس ہو تو میں ٹھاٹ سے زندگی بسر کر سکتا ہوں۔“

وہ دونوں عرشے پر دبے پاؤں چلتے ہوئے کیبنوں کی طرف بڑھنے لگے۔ وہاں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔

پال وِچ کا کیبن آ گیا۔ ملّاح اُس کے دروازے پر کھڑا ہو کر چوکسی کرنے لگا۔ پال وِچ اندر گھُسا۔ اُس نے فوراً اپنی قیمتی چیزیں سمیٹ کر تکیے کے غلاف میں بھر لیں۔ پھر اُس نے جلدی جلدی ڈائنامیٹ سے گھنٹا جوڑ کر ٹائم بم بنایا۔ اُس نے گھنٹے کی سوئی بارہ پر لگا دی تھی۔ اِتنے وقت میں وہ بہت دور جا چُکا ہو گا۔

باہر سے ملّاح نے بہت ہی آہستہ سے کہا۔ ”جلدی کرو۔ پَو پھٹنے کو ہے۔“

پال وِچ تکیہ سنبھالے ہوئے باہر نکل آیا۔ اُسے جو کام کرنا تھا وہ ہو گیا تھا۔ اب ٹارزن زندہ نہ بچ سکتا تھا۔

جب پال وِچ دوبارہ عرشے پر پہنچا تو اُس وقت رات رُخصت ہو رہی تھی اور نُور کے تڑکے میں جہاز کا ماتھا چمکتا دکھائی دے رہا تھا۔ پال وِچ سیڑھی کی طرف بڑھنے لگا۔ ملّاح نے اُسے پکڑ لیا۔ پال وِچ نے اُسے پرے دھکیلنے کی کوشش کی تو ملّاح نے پستول نکال لیا۔ اب پال وِچ کو رُکنا پڑ گیا۔

ملاح نے پھنکارتے ہوئے کہا۔ ”یہ سونا میرے حوالے کرو۔ جب تک یہ مجھے نہ دو گے اِس جہاز سے نہ اُتر سکو گے۔ پہلے میں آدھا لینے کو تیّار تھا مگر اب سارا چاہتا ہوں۔ تُم جنگل میں جا رہے ہو۔ وہاں تمہیں سونے کی کیا ضرورت ہو گی؟“

پال وِچ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ سُورج کی روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ اِس بات کو خوب اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ اگر ٹارزن کے ہتھّے چڑھ گیا تو اُس کی خیر نہ ہو گی۔

اُس نے ملّاح سے کہا۔ ”دو تہائی لے لو۔ اتنا تو میرے پاس رہنے دو کہ میں آسانی سے گھر پہنچ جاؤں۔“

مگر ملّاح نے کہا۔ ”سارا سونا میرے حوالے کر دو ورنہ میں ٹارزن اور اُس کے غول کو بُلا لوں گا۔“

پال وِچ نے تکیے کا غلاف اُس کے حوالے کر دیا اور نیچے اُتر کر اپنی کشتی میں جا بیٹھا۔

جہاز کی تباہی

پَو پھٹنے کے کچھ دیر بعد ٹارزن عرشے پر کھڑا یہ اندازہ کر رہا تھا کہ موسم کیسا ہے۔ ہوا کا زور اب ٹوٹ چکا تھا۔ آسمان صاف تھا۔ اُس جزیرے کی طرف روانگی کے لیے حالات اچھے تھے جہاں درندوں کو جہاز سے اُتارنا تھا۔ اِس کے بعد اُس کو انگلستان کی طرف روانہ ہو جانا تھا۔

ٹارزن نے جہاز کے ملّاحوں کو حکم دیا کہ جہاز کا لنگر جلد سے جلد اُٹھا دو۔ اُس نے ملّاحوں سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر انہوں نے کوئی گڑبڑ نہ کی تو انہیں

کچھ نہ کہا جائے گا۔ وہ سب فوراً اپنے اپنے کام میں جُٹ گئے۔

گوریلے عرشے پر پھِر رہے تھے۔ ملّاح پہلے پہل اُن سے ڈرے، مگر ٹارزن کے اطمینان دِلانے سے اُن کا خوف دُور ہو گیا۔

جہاز روانہ ہو گیا اور وہ سمندر کے چمکتے دمکتے پانی پر دوڑنے لگا۔ ٹارزن اور جین عرشے پر کھڑے ساحل کو دُور ہوتے دیکھا کیے۔

جہاز خاصا تیز جا رہا تھا مگر ٹارزن کو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ چل ہی نہیں رہا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ڈھونڈ نکالنے کے لیے بے چین تھا۔ اِس لیے جہاز کتنا ہی تیز چلتا، اُسے یہی محسوس ہوتا کہ اس کی رفتار بہت سُست ہے۔

بہت جلد اُس جزیرے کی نیچی نیچی پہاڑیاں نظر آنے لگیں جہاں درندوں کو اُتارنا تھا۔

پال وِچ کے کیبن کے اندر ٹائم بم ٹِک ٹِک کر کے اپنے پھٹنے کا وقت پورا کر رہا تھا۔ ہر لمحہ ایک سُوئی اُس سُوئی کے قریب تر آتی جا رہی تھی، جو پال وِچ

نے ڈائل کے ایک نقطے پر ٹھہرا دی تھی۔ ٹارزن اور جین جہاز کے پُل پر کھڑے جزیرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ملّاح بھی اُسی پر نظریں جمائے کھڑے تھے۔ گوریلے ایک طرف سوئے پڑے تھے، جہاز پر خاموشی تھی۔ سمندر میں بھی سکون تھا۔

یکایک کیبن کی چھت اُڑ گئی اور جہاز پر گاڑھا گاڑھا دُھواں چھا گیا۔ اِتنا زور دار دھماکہ ہوا تھا کہ سارا جہاز ہل گیا، عرشے پر ہلچل مچ گئی۔ دھماکے کی آواز سے ڈر کر گوریلے غرّاتے ہوئے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ شِیتا چیخیں مارتا اور بھیانک آوازیں نکالتا ہوا اچھلا نگیں مارنے لگا۔

مُوگامبی بھی ڈر گیا تھا اور تھَر تھَر کانپ رہا تھا۔ صرف ٹارزن اور اُس کی بیوی بدحواس نہیں ہوئے۔ ٹارزن گوریلوں کے پاس پہنچ کر اُن سے باتیں کرنے لگا۔ کبھی اُن کے جھبرے جسموں کو تھپتھپاتا، کبھی اُن کی ڈھارس بندھاتا اور اُنہیں سمجھاتا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ کُچھ نہیں ہوا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

ٹوٹے پھوٹے کیبن کو دیکھنے بھالنے سے معلوم ہوا کہ اب سب سے زیادہ خطرہ آگ سے ہے۔ شعلے کیبن کے تختوں کو چاٹ رہے تھے۔ جہاز کے کسی مسافر کو کوئی چوٹ نہ آئی تھی۔

دھماکے کی وجہ اُس ملّاح کے سوا اور کسی کو معلوم نہ ہو سکی جس نے پچھلی رات پال وِچ کو جہاز پر چڑھایا تھا۔ وہ تاڑ تو گیا کہ یہ کس کا کام ہے، مگر خاموش رہا۔ اُسے ڈر تھا کہ اگر راز کھولا تو اُس کی کم بختی آجائے گی۔

شعلے پھیلنے لگے تو ٹارزن سمجھ گیا کہ لکڑی کے تختوں پر کوئی آتش گیر مادہ پھیل گیا ہے کیونکہ جب آگ پر پمپ سے پانی ڈالا گیا تو وہ بجھنے کی بجائے اور پھیلنے لگی۔ دھماکے کے پندرہ منٹ بعد جہاز کے گودام میں سے دُھوئیں کے بادل نکلنے لگے۔ شُعلے انجن رُوم تک پہنچ گئے تھے۔ اب جہاز کنارے کی طرف حرکت نہیں کر رہا تھا۔ اُس کا ڈوب جانا یقینی تھا۔

ٹارزن نے ملّاحوں سے کہا۔ ”اب اِس پر سوار رہنا فضول ہے۔ ہم اِسے ڈوبنے سے نہیں بچا سکتے۔ اِس کے علاوہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اور دھماکہ بھی

ہو۔ اِس لیے کشتیوں میں بیٹھ کر ساحل پر اُترنا چاہیے۔"

اِس کے سوا اور کُچھ کیا ہی نہ جا سکتا تھا۔ آگ نے وہ سب کیبن جلا ڈالے تھے جو دھماکے سے تباہ نہیں ہوئے تھے۔ ملّاح اپنی جو جو چیزیں بچا سکے تھے وہ اُٹھا لائے تھے۔ سب جہاز سے اُتر کر کشتیوں میں بیٹھ گئے اور کشتیاں جزیرے کے ساحل کی طرف روانہ ہو گئیں۔ درندے بہت خوش تھے۔ اُن کا جنگل قریب آ رہا تھا۔ کشتیوں کے کنارے سے لگتے ہی شِیتا اور گوریلے کُود کُود کر خُشکی کی طرف پہنچ گئے اور جنگل کی طرف دوڑنے لگے۔ ٹارزن انہیں جاتے دیکھ کر مُسکرایا اور بولا۔ "اچھا میرے رفیقو، الوداع، تُم بڑے اچھے اور وفادار ساتھی ثابت ہوئے۔ مُجھے تمہاری یاد ستایا کرے گی۔"

وہ سب خُشکی پر اُترنے کے بعد دو گھنٹے تک جلتے ہوئے جہاز کو کھڑے دیکھتے رہے۔ پھر ایک اور دھماکہ ہوا۔ اُس کے بعد چند منٹ کے اندر اندر جہاز ڈُوب گیا۔

واپسی

جزیرے پر اُترنے کے بعد انہیں سب سے پہلے یہ فکر ہوئی کہ تازہ پانی ڈھونڈنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہاں کچھ دِن رہنا پڑ جائے۔

ٹارزن کو وہ جگہ معلوم تھی جہاں پانی تھا۔ وہ سب کو راستہ دکھاتا ہوا وہاں لے پہنچا۔

اسی جگہ کیمپ لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ سب آدمی پناہ گاہیں اور کام چلاؤ فرنیچر بنانے میں مصروف ہو گئے۔ ٹارزن، مُوگامبی اور حبشن کو جین کے پاس

چھوڑ کر شکار کی تلاش میں جنگل میں گھُس گیا۔ جین کا دِل اپنے بچّے کے لیے بے قرار تھا۔ وہ جلد سے جلد انگلستان روانہ ہو جانا چاہتی تھی مگر مجبوراً رُکی رہی۔ وہ رات کو پڑی جھونپڑی کی چھت کو تکتی اور سوچتی کہ خبر نہیں میرا لال کہاں اور کِس حال میں ہو گا۔

دو ہفتے اِسی طرح گُزر گئے۔ دِن کو ایک چٹان پر جس سے سمندر دکھائی دیتا تھا، سورج نکلنے کے وقت سے لے کر سورج چھپنے تک ایک آدمی کھڑا پہرا دیتا رہتا۔ یہاں درختوں کی سُوکھی شاخیں جمع کر دی گئی تھیں تاکہ کوئی جہاز نظر آتے ہی انہیں جلا کر روشنی کی جا سکے۔ ایک اُونچی بَلّی پر ایک لال قمیض بھی پھاڑ کر لٹکا دی گئی تھی۔ یہ مدد کا سگنل تھا۔

مگر سمندر میں کوئی جہاز نظر نہ آیا۔ دِن پر دِن گُزرتے چلے گئے۔ آخر ٹارزن نے یہ تجویز پیش کی کہ وہ خود اپنا جہاز بنائیں اور اُس میں بیٹھ کر روانہ ہوں۔ یہ کام بڑا کٹھن تھا کیونکہ اُن کے پاس اوزار نہیں تھے۔ ٹارزن نے انہیں اوزار بنانے کا طریقہ بتایا اور فوراً کام شروع ہو گیا۔ کئی ہفتے کی لگاتار

محنت کے بعد ایک بڑی سی کشتی تیّار ہو گئی۔ انھوں نے اُس میں خوراک اور پانی کا ذخیرہ رکھا اور پھر ایک دِن صُبح کے وقت اُس میں روانہ ہو گئے۔ ابھی ساحل سے چند سو گز دُور ہی گئے تھے کہ جین نے اپنے شوہر کا بازو پکڑ کر کہا۔ "ذرا دیکھنا۔"

آ کُوٹ اور اس کے گوریلے انھیں الوداع کہنے کے لیے ساحِل پر آئے ہوئے تھے۔ یہ اُن کی اپنے سردار ٹارزن سے محبّت تھی، جو انھیں وہاں کھینچ لائی تھی۔ ٹارزن نے ہاتھ ہلا کر انھیں سلام کیا۔

کشتی، افق کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ درندے کچھ دُور تک نظر آتے رہے پھر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اب جزیرہ بھی نظروں سے چھُپ گیا تھا۔ اُن کے آگے پیچھے اور نیچے تینوں طرف پانی تھا۔ تین دِن کے بعد شام کے لگ بھگ انھیں اُفق پر ایک بادبان اُبھرتا نظر آیا۔ یہ ایک برطانوی جہاز تھا۔ انھیں جہاز پر چڑھالیا گیا اور انھوں نے اپنی داستان جہاز کے کپتان کو سُنائی۔

ریڈیو کے ذریعے انگلستان کو پیغام بھیجے گئے۔ جواب میں یہ حیرت انگیز پیغام ملا کہ جیک مل گیا ہے۔ یہ خبر سُن کر ٹارزن اور جین کی تو یہ حالت ہوئی جیسے سُوکھے دھانوں پانی پڑ گیا ہو، دونوں ہنسے دیتے تھے۔ جہاز کے انگلستان کے ساحل پر لنگر ڈالتے ہی دونوں بھاگے بھاگے اپنے گھر پہنچے۔ جیک وہاں موجود تھا اور نرس کی گود میں کلکاریاں مار رہا تھا۔

ٹارزن کو بتایا گیا کہ جیک کو روکُوف اٹھا کر لے گیا تھا مگر پال وِچ نے اُسے اُڑا لیا اور اُس کی جگہ ایک اور بچّہ جہاز پر پہنچا دیا تھا۔ پال وِچ نے سوچا تھا کہ میں جیک کے رشتے داروں سے بھاری رقم لے کر اُسے اُن کے حوالے کروں گا۔ دوسرا بچّہ کون تھا؟ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ پال وِچ نے جیک کو جس عورت کے پاس چھوڑا تھا اُس نے پال وِچ سے دغا کر کے جیک کو ٹارزن کے وکیل کے حوالے کر دیا، جس نے جیک پر انعام مقرّر کیا تھا۔ ٹارزن اور جین اُس کے بعد ہنسی خوشی رہنے سہنے لگے۔ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ پال وِچ پر کیا گُزری۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ جنگلی درندوں کی نذر ہو گیا ہو

گا۔

مُوگامبی اور حبشن کو ٹارزن اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اُس نے سوچا تھا کہ انہیں کچھ دِن لندن کی سیر کرا کے واپس وطن بھیج دے گا۔

(ختم شُد)

ٹارزن اور اُس کی بیوی جین یہ سمجھ رہے تھے کہ اب دُکھ کے دِن بیت گئے مگر یہ اُن کی بھُول تھی۔ پال وِچ کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اُس نے ایک بار پھر ٹارزن کو مُصیبت میں پھنسا دیا۔ مگر کیسے؟

یہ جاننے کے لیے ٹارزن کا چوتھا اور آخری حصّہ

ٹارزن کا بیٹا

پڑھیے۔